Regd. No P 67

مسعود سکندر مری بہشتی مقبرہ

جولائی نمبر ۶۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ہفت روزہ

بدر

قادیان

ایڈیٹر: محمد حفیظ بقاپوری

شرح چندہ سالانہ
چھ روپے
ششماہی
۳-۵۰ روپے
ممالک غیر ۷-۵۰ روپے
فی پرچہ ۱۳ نئے پیسے

نمبر ۱۶	۲۰ شہادت ۱۳۴۰ ہش ۴ ذیقعدہ ۱۳۸۰ھ ۲۰ اپریل ۱۹۶۱ء	جلد ۱۰

اخبار احمدیہ

ربوہ ۱۵ اپریل۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع شدہ آج صبح ۸ بجے کی اطلاع مظہر ہے کہ

"حضور کی طبیعت اس وقت بفضلہ تعالیٰ اچھی ہے۔"

احباب جماعت حضور انور کی شفا کے کامل و عاجل اور درازیٔ عمر کے لئے توجہ اور التزام سے دعائیں جاری رکھیں اللہ تعالیٰ اپنا فضل فرمائے۔

قادیان ۱۸ اپریل۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ ربہ بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ آپ کے اہل و عیال آج کل پاکستان میں ہیں اللہ تعالیٰ خیریت سے واپس لائے۔ اور سفر و حضر میں سب کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔

احمدیت نے سیاسی بنیاد پر کوئی سوسائٹی قائم نہیں کی کیونکہ ان کا مقصود صرف اسلام کی عالمگیر اخلاقی تعلیم پیش کرنا ہے

نہ کہ سیاسی گتھیاں سلجھانا

مسلمانوں میں کوئی جماعت احکام اسلامی کی اتنی پابند نہیں جتنی کہ احمدی جماعت

مرزا صاحب کا مقصود اس تحریک سے صرف علمی تعلیمات کو زندہ کرنا ہے اور اس کی تکمیل میں دن رات منہمک رہتے ہیں!

(علامہ نیاز فتحپوری صاحب ایڈیٹر رسالہ نگار لکھنؤ کے پُر حقیقت تاثرات):

بھارت کے مایۂ ناز ادیب علامہ نیاز فتحپوری صاحب ایڈیٹر رسالہ نگار لکھنؤ نے اپنے مؤقر رسالہ کی حالیہ اشاعت میں باب المراسلۃ والمناظرہ کے تحت "میرزا غلام احمد صاحب اور تحریک احمدیت" کے عنوان سے ایم۔اے۔ایل۔ایل۔بی کے ایک طالب علم کا مراسلہ درج کرکے ساتھ اس پر اپنی طرف سے تبصرہ شائع کیا ہے اس تبصرہ میں موصوف نے احمدیت کے متعلق اپنے ذاتی معلومات کی بناء پر پُر حقیقت تاثرات کا اظہار کیا ہے جسے افادۂ احباب کی خاطر ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ (ادارہ)

"میرزا غلام احمد صاحب اور تحریک احمدیت"

(غلام محمد شاہ کشمیری (ایم۔اے۔ایل۔ایل۔بی) مسلم یونیورسٹی علیگڑھ)

مکرمی قبلہ نیاز صاحب

سلام مسنون!

(۱) میں دس سال سے نگار کا باقاعدہ مطالعہ کر رہا ہوں اور ہر ماہ اس کے آئینے جیسی سے استفادہ کرتا ہوں۔ آپ جس بے باکی سے اپنی بات کہتے ہیں اور جس ہمت سے اسے پیش کرتے ہیں وہ قابلِ تعریف ہے۔ خواہ وہ رائے غلط ہی کیوں نہ ہو لیکن آپ جسے درست خیال کرتے ہیں اس کا اظہار برملا کرتے ہیں:

جن دنوں میرا رجحان کمیونزم کی طرف تھا میں "نگار" کے ایک ایک لفظ سے متفق تھا لیکن روحانی بے چینی اور ذہنی انتشار کمیونزم کی لازمی پیداوار ہے۔ اسی انتشار نے آہستہ آہستہ میرا روحانی سکون سلب کر لیا تھا اور میں پھر حقیقت کی تلاش میں سرگرداں رہا۔ انہی دنوں میں احمدی جماعت سے میری دلچسپی بڑھنے لگی۔ ایک احمدی سے کتابیں ملتی رہیں جو ایک "صحابی مرزا صاحب" کے فرزند ارجمند تھے۔ بڑے شوق و ذوق سے مطالعہ میں غرق ہو گیا لیکن میری رہنمائی اسی دوست کے گھر یلو ماحول نے کی! سب بیٹے باپ سے الگ، جس باپ کو فخر تھا کہ اس نے میرزا صاحب کو دیکھا ہے اور جن کے لئے اب رضی اللہ عنہ لکھا جاتا ہے، اسی باپ کو یہ احمدی بیٹے طرح طرح کی تکالیف پہنچاتے رہتے ہیں۔ اس نے میرے ذہنی انتشار کو اور بھی بڑھا دیا۔ اور میں نے بہائی تحریک کی طرف رجوع کیا۔ لیکن معلوم ہوا کہ یہاں اس جماعت میں صرف وہ احمدی ہیں جو احمدیت چھوڑ کر بہائی بن گئے ہیں۔ اس احمدیت کے دوسرے ایڈیشن سے خدا کا شکر ہے میں بچ کے نکل گیا۔

نگار: حیرت ہے کہ احمدی جماعت کے صرف چند افراد کے اخلاق کو دیکھ کر آپ میں ذہنی انتشار پیدا ہو گیا۔ احمدی جماعت فرشتوں کی جماعت نہیں کہ اس کے تمام افراد معصوم و بے گناہ ہوں اگر بعض افراد کسی جماعت کے بداخلاق ہوں تو اس کے معنی یہ نہیں کہ ساری جماعت اور اس کی تعلیم ہی کو ناقص قرار دیا جائے۔ کیا عہدِ نبوی اور عہدِ خلافت راشدہ میں منافق نہ پائے جاتے تھے اور کیا آپ حقیقت کے پیش نظر عہدِ سعادت کی تعلیم کو بھی تعلیمِ احمدیت کی طرح ناقص قرار دیں گے؟

---

(۲) اسلام جو قرونِ اولیٰ میں ایک سادہ، پاکیزہ، متحرک اور ہمہ گیر مذہب تھا، بعد کے ادوار میں صوفیوں، ابن الوقت دنیا پسندوں اور ملاؤں کا شکار ہوتے ہوتے تفاسیر اور حواشی کا پلندہ ہو کر رہ گیا۔ قرونِ اولیٰ میں اگر نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کو حقّاً قائم کیا جاتا تھا۔ تو دلوں میں محبت و رافت کی شمع بھی روشن رہتی تھی لیکن ان کے بعد نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور اسلام کی صحیح سپرٹ کی اہمیت کو کم کرنے کے لئے کہا گیا کہ خدا کے بندوں سے محبت ہماری رکنیت اسلام ہے۔ اور آخر کار صوفی لوگوں نے ترکِ دنیا کا نام ہی عبادت رکھا اور اس مسلک نظریہ کو "طریقت" کا خوشنما لباس پہنا دیا۔

میرے نزدیک اسلام ایک سیاسی، سماجی، معاشی اور مذہبی دستور ہے۔ جو نوع انسانی کو صرف ایک اللہ کی بندگی کی طرف بلاتا ہے۔ اور سیاسی و سماجی طور پر وہ ایسی سوسائٹی تعمیر کرنا چاہتا ہے۔ جو سراسر پاکیزہ، سادہ، متحرک اور ہمہ گیر ہو، انسانی رواداری کا عملی نمونہ ہو اور اس کے ساتھ ساتھ اسلام اس سوسائٹی کے افراد کو تمدنی تربیت بھی دینا چاہتا ہے۔ نوعِ انسانی سے محبت کرنا اور ہمدردی کرنا بھی سکھاتا ہے disciplined تمام تر بھی بنانا چاہتا ہے، اور ان تمام چیزوں کو ایک مرکزی حیثیت دینا چاہتا ہے اس کے لئے اسلامی دستور (قرآن) میں عبادات کے متنوع رنگ بامع ہدایات بھی صاف الفاظ میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ خشک تصوّف۔ آستانے۔ سجادے۔ زیارت گاہیں۔ درویشیوں۔ تلقہ دروں اور فقیروں کی اذانوں والی تسبیحیں، عبقرے، مناقب اور قصیدہ خوانی، طریقت، حقیقت اور فنا کی تین صورتیں، ذہنی بحران اور روحانی انتشار کی منزلیں ہیں۔ فرقہ بندی، جہالت، توہمات اور اندھی تقلید انہی چیزوں کا نتیجہ ہیں۔ اور امام مہدی کے ظہور کا تخیل ان تمام جہالتوں کا انتہا ہے۔

ملک صلاح الدین ایم۔اے پرنٹر و پبلشر نے ریا آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

(نگار) آپ کا فرمانا بالکل درست ہے لیکن آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں، وہ بالکل وہی ہے جو احمدی جماعت کہتی ہے اور وہ غالباً آپ سے زیادہ اس نام نہاد تصوف کی مخالف ہے۔

---

(۳) ظہورِ مہدی کی کوئی بھی تاویل ہو، بیسویں صدی کے انسان کے لئے قابلِ قبول نہیں۔ یہ صرف ذہنی انتشار کا نتیجہ ہے جس کو عملی صورت دینے کے لئے اُموی اور عباسی حکمرانوں اور بعد کے مسلمان بادشاہوں نے ملاؤں کے ذریعہ حدیثیں وضع کرائیں اور اسی تخیل نے خارجیت کو شیعیت میں تبدیل کر دیا۔ اور اسی نے بہاء اللہ کو بارھواں امام بنا دیا اور اسی نے میرزا غلام احمد کو مجدد، مسیح، ظلِ محمد اور مہدی بنا دیا۔ اور اسی کے دم سے آج بھی "حق لشیشوعہ" زندہ ہیں۔

(نگار) ظہورِ مہدی کے باب میں میرا نظریہ بھی وہی ہے جو آپ کا ہے۔ لیکن غیر احمدی مذہبی علماء بھی ظہورِ مہدی کی روایات کے قائل ہیں، اس لئے وہ میرزا غلام احمد کی مہدویت سے اس بناء پر انکار نہیں کر سکتے کہ ظہورِ مہدی کی روایات غلط ہیں۔ پھر چونکہ میرزا صاحب بھی ظہورِ مہدی کی پیشگوئی کو صحیح سمجھتے تھے اور اسی کے پیشِ نظر آپ نے دعوئے مہدویت کیا، اس لئے سوال یہ نہیں پیدا ہوتا کہ وہ واقعی مہدی موعود تھے یا نہیں بلکہ صرف یہ کہ وہ اپنے آپ کو واقعی ایسا سمجھتے تھے یا انہوں نے یہ جانتے ہوئے کہ وہ واقعی مہدی موعود نہیں ہیں ــــ مہدویت کا جھوٹا دعوے کیا۔

اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے تسلیم کر لیں کہ وہ واقعی اپنے آپ کو مہدی موعود نہیں سمجھتے تھے بلکہ روایات سے ناجائز فائدہ اٹھا کر انہوں نے لوگوں کو صرف دھوکا دینے کے لئے یہ دعوے کیا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ بڑے مکار انسان تھے اور مکر و فریب کا یہ جال انہوں نے محض ذاتی و دنیاوی اغراض کے حصول کے لئے بچھایا تھا۔

دیکھئے یہی وہ نازک مقام ہے جہاں سے میری آپ کی راہیں جدا ہو جاتی ہیں۔ آپ چونکہ ظہورِ مہدی کی روایات کو غلط سمجھتے ہیں۔ اس لئے میرزا صاحب کے دعوئے مہدویت کو سن کر فوراً حکم لگا دیتے ہیں کہ انہوں نے مکر و فریب سے کام لیا۔ اور میں باوجود ان روایات کو غلط سمجھنے کے میرزا صاحب کو کذب و دروغ کا مرتکب قرار نہیں دیتا۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں ممکن ہے وہ اپنے آپ کو واقعی مہدی موعود سمجھتے ہوں اور اسی یقین کی بناء پر انہوں نے یہ دعوے کیا ہو۔ ان کی نسبت زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ایک غلط بات کو صحیح سمجھا۔ نہ یہ کہ غلط بات کو غلط جان کر اس کی صحت کا دعوے کیا۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

اب آیئے ایک دوسرے زاویہ سے اس مسئلہ پر غور کریں۔ جیسا کہ میں نے ابھی ظاہر کیا اگر آپ کا یہ الزام صحیح تسلیم کر لیا جائے کہ میرزا صاحب کا دعوی سراسر مکر و فریب تھا تو لازماً یہ ماننا پڑے گا کہ یہ بہت بڑا مکر و فریب تھا اور جو شخص اپنے مشن کی بنیاد ہی ایسے کذب و دروغ پر قائم کرے گا، وہ یقیناً بڑے پست اخلاق کا انسان ہوگا۔ اور اس کی زندگی کا مقصود اس کے سوا کچھ نہ ہوگا کہ وہ لوگوں کو دھوکا دے کر دنیا کمائے اور عیش و تنعم کی زندگی بسر کرے۔ حالانکہ میرزا صاحب کی زندگی میں کوئی ایک واقعہ بھی ایسا پیش نہیں کیا جا سکتا جس سے تاویل بعید سے بھی یہ ثابت ہو سکے کہ وہ خود غرض، مطلب پرست اور طامع انسان تھے۔ انہوں نے جس وقت احمدیت کی تبلیغ شروع کی اسی وقت صاف صاف کہہ دیا کہ ان کا مقصود اس تحریک سے صرف عملی تعلیمات اسلام کو زندہ کرنا ہے اور اس مقصود کی تکمیل میں رات دن منہمک رہے۔ آپ کو غالباً اس سے انکار نہ ہوگا کہ اس تحریک کے سلسلہ میں انہیں کن کن مشکلات کا مقابلہ کرنا پڑا۔ کیسے کیسے خارزاروں سے گذرنا پڑا۔ لیکن کبھی ہمت نہ ہاری اور آخر کار ان کا جذبۂ خلوص و صداقت کامیاب رہا۔

مجھے سخت حیرت ہوتی ہے کہ لوگ میرزا صاحب کو بُرا کہتے ہیں صرف اس بناء پر کہ انہوں نے مہدی موعود، مثیلِ مسیح اور ظلی نبی ہونے کا دعوے کیا اور کبھی اس کا اعتراف نہیں کرتے کہ انہوں نے مسلمانوں میں کیسی زبردست باعمل جماعت پیدا کر دی۔

---

(۴) نگار نومبر و دسمبر ۶۱ء میں آپ نے احمدی جماعت کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ جہاں تک سید نصیر حسین صاحب کے خط کا تعلق ہے وہ اضافی کی حد سے آگے نہیں بڑھتے ہیں لیکن شیخ عبد اللہ صاحب نے چمن کی باشندگی کا ثبوت دیتے ہوئے "بوگل افشانیاں" کی ہیں وہ آپ نے جس طرح قبول کر لی ہیں اس کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا ــــ آپ کی وسعتِ قلبی قابلِ ستائش ہے۔

تنقیح اسلام نمبر ۵۸ء میں آپ نے اسلام کے عقائد کو جس انداز میں پیش کیا ہے اُس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ اسلام کو ہمہ گیر تعلیم سمجھتے ہیں۔ لیکن جس اسلامی اطوار و کردار و حرکت و عمل کا آپ احمدی جماعت کے حق میں ذکر کر رہے ہیں۔ وہاں آپ کھلی چھٹی دیتے ہیں۔ اگر آپ کے وہ خیالات جو عبادات اسلام کے بارے میں ہیں صحیح مان لئے جائیں تو پھر اسلام تصوف کا پلندہ اور صوفیائے خشک کا مذہب بن کر رہ جاتا ہے اور میرے خیال میں یہی چیز ہے جو آپ کو احمدی مذہب کی طرف کشش کرتی ہے۔

(نگار) آپ کا یہ ارشاد بالکل میری سمجھ میں نہیں آیا۔ میں نے تنقیح اسلام نمبر میں صرف ایک ہی چیز کو ظاہر کیا ہے اور وہ یہ کہ اسلام بحیثیت عملی مذہب کے تھا اور محض ذہنی معتقدات پر اس کی بنیاد قائم نہ تھی۔ یہی بات میں نے احمدی جماعت کی بابت بھی ظاہر کی ہے کہ اس وقت تمام مسلم جماعتوں میں وہی ایک جماعت ایسی ہے جسے ہم صحیح معنی میں باعمل کہہ سکتے ہیں۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس میں تصوف کی کون سی بات آپ کو نظر آئی۔ میں نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل تصوف کے منافی ہے۔ نہ کہ بقول آپ کے "تصوف کا پلندہ!"

---

(۵) احمدیت، تصوف جامد کی ترقی پسند، مگر ملا نہ شکل ہے۔ اگر یہ صرف تصوف کی تحریک ہوتی تو بہت کامیاب ہو جاتی۔ . . . . اس کی سب سے بڑی خامیاں یہ ہیں کہ اس نے انسانی سوسائٹی کو اسلامی سیاست اور ہمہ گیریت سے بیگانہ اور بے نیاز کر دیا۔ اس نے اسلام کی مجاہدانہ حرارت کو عدمِ تشدد کا برگ حشیش پلا دیا۔ اور تنہ . وہ درس نظروں کو خمار آلودہ بنا کر ذہنوں پر جمود مسلط کر دیا۔ اور اللہ کی خلافت ان ذہنوں کو توکل بنا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ تحریک پیری مریدی کے فرسودہ طریقہ سے آگے نہ بڑھ سکی اس کی سب سے بڑی وجہ ہے میرزا صاحب کا مجدد سے مسیح ناصری، مہدی موعود اور ظلی محمد بن جانا۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمیں اس سے غرض نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو کیا ظاہر کرتے رہے یہ کوئی معقول جواب اور جواز نہیں ہے۔ انسانی دماغ ہر شے سے اثر حاصل کرتا ہے یہ نفسیاتی تقاضا ہے کہ ہم کسی شخص کی بات کو جانچنے سے پہلے اس کی سیرت، اقوال، اس کے اٹھنے بیٹھنے، طرزِ معاشرت ایفائے عہد اور لوگوں سے اس کے معاملات کو دیکھتے ہیں۔ اگر کوئی شخص پہلے ایک بات کہہ کر اس کی تردید یا تکذیب قبول کرلے۔ لیکن پھر وہی بات کہدے تو وہ کس صورت میں "صدیق" مانا جائے گا۔

(نگار) حیرت ہے کہ ایک طرف آپ احمدیت کو تصوف جامد بھی کہتے ہیں۔ اور دوسری طرف ترقی پسند بھی۔ پھر اس کے ساتھ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر وہ صرف تصوف کی تحریک ہوتی تو کامیاب ہو جاتی۔ آگے چل کر یہ بھی ارشاد ہوتا ہے کہ یہ تحریک پیری مریدی کے فرسودہ طریقہ سے آگے نہ بڑھ سکی۔ آپکی اس جامع اضداد تحریر سے آپ کی ذہنی تشویش تو ضرور ظاہر ہوتی ہے لیکن اس سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ آپ دراصل کہنا کیا چاہتے ہیں۔ آپ نے رو میں اس پر عدمِ تشدد کی حشیش پلا دینے کا بھی الزام عائد کیا ہے اور خلافت اللہ کو توکل بنا دینے کا بھی۔ لیکن اس کی کوئی معقول دلیل پیش نہیں کرتے اور آپ صرف میرزا صاحب کے دعوئے مہدویت کو اس کی اصل وجہ قرار دیتے ہیں حالانکہ سچ پوچھئے تو ان کے اس دعوئے نے اس تحریک میں جان ڈالی اور اگر یہ کوئی نفسیاتی تدبیر تھی تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ میرزا صاحب بڑے زبردست ماہرِ نفسیات بھی تھے۔

آخیر میں آپ نے ایک بڑی معقول بات لکھی ہے کہ کسی شخص کی بات کو جانچنے کے لئے اس کی سیرت اس کے اقوال و افعال اور لوگوں کے ساتھ اس کے معاملات کو بھی دیکھنا چاہیئے۔ میں بھی لفظ بہ لفظ اسی اصول کا پابند ہوں لیکن فرق یہ ہے کہ آپ اس اصول کے پیشِ نظر میرزا صاحب کے کردار کا مطالعہ کئے بغیر ان کو موردِ الزام قرار دیتے ہیں اور میں ان کے اخلاق کا مطالعہ کرنے کے بعد ان کی عظمت کا اعتراف کرتا ہوں۔ اگر آپ تکلیف فرما کر کچھ مثالیں ایسی بھی پیش کر دیتے جن سے میرزا صاحب کی سیرت کا داغدار ہونا ثابت ہو سکتا ہے تو یقیناً آپ کا پلہ بھاری ہو جاتا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آپ کو ان کے حالاتِ زندگی میں کوئی بات ملی ہی نہیں ورنہ آپ یقیناً اسے بڑے زور شور کے ساتھ ظاہر کر دیتے۔ محض مہدی موعود یا مثیلِ مسیح ہونے کا دعوے کرنا تو کوئی خرابی کردار نہیں، جب تک آپ یہ ثابت نہ کریں کہ یہ دعوی کر کے وہ ریاکاری ملک پر

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ایک نہایت ایمان افروز تقریر

لوگوں نے آسمانی شہد کے چھتہ کو بیکار کرنا چاہا مگر ایک اولوالعزم انسان نے ایک دوسرا چھتہ تیار کر کے دکھایا

تعلیم الاسلام ہائی سکول اور مدرسہ احمدیہ کے قیام و استحکام میں ایک نوجوان کا تاریخی کردار

فرمودہ ۱۶ رمئی سنہ ۱۹۵۰ء بمقام چنیوٹ

مورخہ ۱۶ رمئی سنہ ۱۹۵۰ء کو بوقت چھ بجے شام تعلیم الاسلام ہائی سکول کے اساتذہ اور طلباء کی طرف سے چنیوٹ میں بیرونی ممالک کے ان تمام مبلغین کے اعزاز میں ایک دعوت طعام دی گئی۔ جو اس وقت ربوہ میں موجود تھے۔ ایڈریس اور جواب ایڈریس کے بعد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک ایمان افروز تقریر فرمائی۔ جو جماعت کے لئے ایک مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ تقریر حال ہی میں الفضل میں شائع ہوئی ہے افادۂ احباب کی غرض سے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے (ادارہ)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

بات تو کئی دفعہ کہی ہوئی ہے لیکن پھر بھی کسی نے کہا ہے ؎

گفتہ ہے گاہے بازخواں ایں قصۂ پارینہ را

سنی ہوئی باتیں

پھر کئی دفعہ سنی جاتی ہیں اور کہی ہوئی باتیں بھی کئی دفعہ کہی جاتی ہیں۔ کبھی تو اس لئے کہ دل ان کی یاد سے خوش ہوتا ہے۔ یا دل ان کی یاد سے اپنے غم کو تازہ کرنا چاہتا ہے۔ اور کبھی اس لئے کہ ایک کہی ہوئی بات جو نہایت ضروری ہوتی ہے۔ باوجود اس کے کہ وہ کہی ہوئی ہوتی ہے ماثر کرنے سے قاصر رہ جاتی ہے۔ اس لئے اسے بار بار دہرانا ضروری ہوتا ہے تا وہ اثر انداز ہو۔ پس کوئی وجہ سمجھ لو مجھے آج پھر ایک پرانا قصہ دہرانا پڑ رہا ہے۔ ہماری زبان میں "دہرانا پڑ رہا ہے" کے معنے ہوتے ہیں کہ کوئی شخص اپنے نفس پر جبر کر کے وہ کام کر رہا ہے۔ میں نے ان معنوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا ہے اور یہ فقرہ میرے منہ سے اتفاقی طور پر نہیں نکلا۔ مگر یہ جبر کسی جبر کی وجہ سے نہیں۔ بلکہ اپنے ہی نفس کی طرف سے اور اپنی ہی پرانی یادوں کی وجہ سے ہے جنہوں نے میرے دل میں پھر اپنا سر اٹھایا اور یہ باتیں باہر نکلنے کے لئے تڑپیں۔ اور انہوں نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں انہیں ان کے نفس سے آزاد کر دوں۔ تا ایک دفعہ

پھر وہ ہوا میں پھڑ پھڑا سکیں۔

شہد کی مکھیوں کو دیکھو۔ شاید تمہیں نیچرل ہسٹری پڑھائی جاتی ہو۔ تو تم نے پڑھا ہو یا پڑھائی نہیں جاتی۔ تو مطالعہ میں یہ بات دیکھی ہو کہ شہد کی مکھیاں ایک ملکہ کے ماتحت ہوتی ہیں۔ جب چھتہ شہد سے بھر جاتا ہے اور شہد تیار ہو جاتا ہے۔ تو انسان جو اپنے آپ کو تمام مخلوقات کا مالک سمجھتا ہے۔ شہد کے جمع کرنے اور اسے نکال لینے کے لئے چھتہ پر جاتا ہے۔ اور اس کے نیچے دھواں رکھ دیتا ہے۔ تا شہد کی مکھیاں اُڑ جائیں یا سمٹ کر ایک طرف ہو جائیں۔ شہد کی مکھیوں کی نوجوان پود وہ نئی پود ہوا پنی عمر کو باقی سمجھتی ہے۔ اور اس دنیا میں اپنا ایک زندہ مقصد قرار دیتی ہے۔ وہ ملکہ کی سب سے بڑی بیٹی کو جوان کی آئندہ ہونے والی ملکہ ہوتی ہے۔ یا انسانوں کی زبان میں وہ ان کی ولی عہد ہوتی ہے لے کر اڑ جاتی ہیں اور بیشتر اس کے کہ شہد کا چھتہ تباہ کیا جائے اور اس سے شہد نکال لیا جائے۔ وہ نیا چھتہ بنا لیتی ہیں اور نئے سرے سے اپنی زندگی کو شروع کر دیتی ہیں۔ اور اپنے ایک نیا مقام اور نیا مرکز بنانا شروع کر دیتی ہیں۔

یہ خدائی قدرت کا ایک بھاری معجزہ

ہے کہ ایک چھوٹا سا جانور جس میں سوائے تھوڑی سی رطوبت کے کچھ بھی نہیں ہوتا نہ ہڈیاں ہوتی ہیں نہ فقرات ظہر ہوتے ہیں نہ سانس لینے کے لئے سینہ ہوتا ہے۔ نہ جگر اور گردہ ہوتا ہے۔ اسے مار دیکھیں کہ رطوبت نکل جاتی ہے۔ اور تھوڑی سی کھال اور تھوڑے سے پر اور چند چھوٹی چھوٹی ہڈیوں کا مجموعہ جو صرف سر کی جگہ پر پائی جاتی ہیں باقی رہ جاتا ہے۔ بظاہر یہ چھوٹا سا کیڑا ہے۔ لیکن کام اور عزم میں انسانوں کی بڑی بڑی سمجھدار اور مہذب قوموں سے بھی زیادہ

عظیم استعداد اور عزم اپنے اندر رکھتا ہے۔ پس یہ قدرت کا ایک بہت بڑا معجزہ ہے۔ مگر اس میں صرف ایک بات پائی جاتی ہے۔ صرف ایک پہلو معجزہ کا ہمیں نظر آتا ہے۔ اور وہ یہ کہ مکھیوں کی جوان نسل تباہی اور بربادی کے آنے پر یہ فیصلہ کر لیتی ہیں کہ ہم مریں گی نہیں اور اپنی خزاں کو بہار سے بدل دیں گی۔ یہ عزم جو نئی پود رکھتی ہے۔ اور کسی حد تک یہ بات قدرتی نظر آتی ہے۔ تو جوانوں کے لئے اس میں بہت بڑا سبق ہے اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ کم از کم تم میں ایک مکھی سے تو زیادہ عزم ہونا چاہیئے۔ جب شہد کا چھتہ اُجاڑا جاتا ہے تو نوجوان مکھیاں انسان کو چیلنج کرتی ہیں کہ تم نے ہمیں اُجاڑا ہے۔ لیکن تم ہمارے عزم کو نہیں اُجاڑ سکتے۔ ہم اس کے ساتھ ایک نیا چھتہ تیار کریں گی۔ اسی طرح ہم ہر مصیبت ہر آفت ہر ابتلاء اور ہر امتحان کے موقعہ پر اپنی نسلوں اور اولادوں کو کہہ سکتے ہیں کہ اے اشرف المخلوقات کی نسلو۔ آفات اور مصائب سے گھبرانا نہیں۔ تمہیں کم از کم اتنا عزم تو دکھانا چاہیئے جتنا شہد کی مکھیاں دکھاتی ہیں۔ اسی طرح ہم اس مثال سے فائدہ اُٹھا سکتے تھے۔ اور فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اور یہ مثال پیش کر کے نوجوانوں کی ہمتوں کو بلند کر سکتے تھے۔ اور بلند کرتے ہیں لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ کی قدرت

اور اس کا منشاء کبھی اس سے بڑھ کر معجزے بھی دکھا سکتا ہے۔ تو ہمارا سر خدا تعالیٰ کے سامنے اور زیادہ شکر گذاری کے ساتھ جھک جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں یہی سکول جو اب تعلیم الاسلام ہائی سکول کہلاتا ہے قائم ہوا۔ یہ سکول اس وقت قائم ہوا تھا جب میں ابھی ۱۹۔۲۰ سال کا تھا۔ ہمارے بعض لڑکے آریہ سکول میں پڑھا کرتے تھے جو اس وقت قائم ہو چکا تھا۔ اور ابھی مڈل تک تھا۔ اور بعض لڑکے گورنمنٹ پرائمری سکول میں پڑھتے تھے۔ جس کا ہیڈ ماسٹر اتفاقی طور پر آریہ تھا۔ اور وہ ہر وقت بچوں کو اپنے مذاہب کی تبلیغ کرتا رہتا تھا۔ جس کی وجہ سے طلباء اپنے اپنے گھر جا کر اسی قسم کی باتیں کرتے تھے۔ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اب ہمارے لئے ضروری ہو گیا ہے کہ ایک سکول کھولا جائے۔ چنانچہ ایک پرائمری سکول قائم کیا گیا۔ جو اسی سال مڈل تک ہو گیا۔ اور پھر کچھ عرصہ بعد ہائی سکول بن گیا۔ گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی یہ سکول قائم ہو گیا تھا۔ پھر ایک وقت ایسا آیا کہ مخالفین نے جماعت پر شدت سے حملے کرنے شروع کر دیئے اور حضرت مسیح موعود نے فرمایا اب ہمیں ان کا مقابلہ کرنے کے لئے نئی جدوجہد کرنی چاہیئے۔ اور آپ نے ایک مجلس شوریٰ بلائی تا جماعت مشورہ دے کہ اس فتنہ کے مقابلہ میں ہم کیا کر سکتے ہیں۔ اس وقت مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم بھی آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے سمجھا کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی تحریک کر دی جائے جو ہماری کسی سکیم کے خلاف ہو۔ مناسب یہی ہے کہ ہم خود ہی یہ تحریک کر دیں کہ ہائی سکول کو توڑ دیا جائے۔ اور اس کی بجائے علماء کی ایک جماعت تیار کی جائے۔ ہائی سکول اور بھی بہت ہیں۔ اور ہمارے بچے ان میں تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ اس وقت علماء کی ضرورت ہے۔ اور ان کے تیار کرنے کے لئے ایک دینیات کے سکول کی ضرورت ہے ہائی سکول کی ضرورت نہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ وہی لوگ جو انگریزی زبان کے حامی تھے وہی اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ ہائی سکول توڑ دیا جائے۔ صرف حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ ایک ایسے شخص تھے جن کا خیال تھا کہ ہائی سکول کو توڑنا نہیں چاہیئے ہائی سکول بھی قائم رہے اور دینیات کی تعلیم بھی دی جائے۔ اور میرا خیال بھی یہی تھا

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی عادت تھی

کہ آپ اپنی بات کا زیادہ پروپیگنڈا نہیں کرتے تھے۔ ہاں سننے والوں سے باتیں

کر لیتے تھے۔ لیکن یہ نہیں ہوتا تھا کہ عام لوگوں میں جا کر کوئی لیکچر دیں۔ آپ نے ایک مضمون لکھا تا وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچ جائے۔ اور آپ کے خیالات کا حضور کو علم ہو جائے۔ آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا۔ یہاں شور ہو رہا ہے کہ باتیں ہو رہی ہیں۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ میں نے کہا میں تو اس کا قائل نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ کا شکر ہے کہ ہم ایک سے دو ہو گئے ہیں ساری رات سویا نہیں میرے دل پر ایک بوجھ سا تھا۔ کہ کوئی میرا ہم خیال

اب تمہاری بات سے یہ خیال معلوم ہوا تو میں نے کہا الحمد للہ میں ایک نہیں رہا۔ بلکہ دو شخص ایسے موجود ہیں۔ میاں نے ایک مضمون لکھا ہے۔ یہ چیز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس لے جاؤ۔ میں وہ مضمون حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس لے گیا چنانچہ ایک جلسہ ہوا اور عام طور پر لوگوں نے یہی کہا کہ ہائی سکول کو جاری رکھنا فضول ہے۔ آخر دنیا میں اور ہائی سکول بھی موجود ہیں۔ ہمارے بچے وہاں تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ بعض افراد ایسے بھی تھے جنہوں نے یہاں تک کہا کہ ہمیں دینیات کی بھی کیا ضرورت ہے چنانچہ خواجہ ... کے تحصیلدار نذیر احمد صاحب نے یہی بات کہی لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کی تائید کی کہ ہائی سکول بھی رکھا جائے۔ آپ نے فرمایا میرا یہ منشاء ہرگز نہیں تھا کہ ہائی سکول کو توڑ دیا جائے اور دینیات کلاس کھولی جائے۔ پھر مدرسہ احمدیہ قائم ہوا۔ ۱۹۰۶ء یا ۱۹۰۷ء کی بات ہے۔ گویا

مدرسہ احمدیہ کی بنیاد

بھی نہایت چھوٹے پیمانہ پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود رکھی اس کے سال دو سال بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہو گئے۔ آپ کے فوت ہو جانے کے بعد وہی لوگ جنہوں نے یہ تجویز کی تھی۔ کہ ہائی سکول توڑ کر دینی کلاس کھولی جائے انہوں نے یہ تجویز کیا۔ کہ مدرسہ احمدیہ توڑ دیا جائے۔ اور ہائی سکول کو قائم رکھا جائے اور لڑکوں کو وظیفے دے کر کالج کی تعلیم حاصل کرائی جائے۔ اب کی دفعہ یہ مد نظر رکھا گیا کہ یہ تجویز ناکام نہ ہو اور مجلس شوریٰ کے قائم ہونے سے پہلے جماعتوں کا دورہ کر کے ان پر یہ اثر ڈال لیں۔ تا جب یہ بات شوریٰ کے سامنے پیش ہو۔ تو پہلے ہی جماعتیں اس کی تائید کریں۔ چنانچہ صدر انجمن احمدیہ کے ایجنڈا میں یہ بات رکھی گئی کہ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر مشورہ کر لیا جائے۔ میں ابھی صدر انجمن احمدیہ کا ممبر

تھا لیکن اتفاقاً یا ارادۃً وہ تجویز مجھے نہ بھیجی گئی۔

نتیجہ یہ ہوا

کہ مجھے معلوم بھی نہ ہوا کہ کیا ہونے والا ہے میں چھوٹی مسجد کے باہر کسی سے باتیں کر رہا تھا کہ کسی نے کہا اندر تو شوریٰ ہو رہی ہے اور آپ یہاں کھڑے ہیں۔ میں نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں مسجد میں گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ مسجد کناروں تک بھری ہوئی ہے۔ میں نے آگے نکلنا چاہا۔ لیکن جگہ نہیں تھی۔ اس وقت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے ماموں چوہدری عبداللہ خان وہاں کھڑے تھے ایک دھندلی سی یاد پڑتی ہے کہ انہوں نے کہا اچھا ہوا کہ آپ آ گئے۔ کنارے کے پاس ذرا آگے مجھے تھوڑی سی جگہ مل گئی۔ اور میں وہاں کھڑا ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ ایک کے بعد دوسرا کھڑا ہوتا ہے اور دوسرے کے بعد تیسرا کھڑا ہوتا ہے۔ اور کہتا ہے ہمیں اس سکول کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ہر مسلمان عالم ہوتا ہے۔ جب کوئی ڈاکٹر بنے گا یا وکیل بنے گا۔ اور اس کے پاس دینی تعلیم بھی ہو گی۔ تو تبلیغ وہ کر سکے گا اتنی مولوی نہیں کر سکتے۔ غرض ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا کھڑا ہوتا اور مدرسہ احمدیہ کے خلاف تقریر کرتا۔ غریب سے غریب آدمیوں نے بھی جب یہ سنا کہ لڑکوں کو وظیفے دیئے جائیں گے۔ اور انہیں ڈاکٹر اور وکیل بنایا جائے گا۔ تو ان کے منہ میں بھی پانی آنا شروع ہوا کہ کل ان کا لڑکا بھی ڈاکٹر یا وکیل بنے گا انہوں نے بھی جوش میں آ کر یہ کہنا شروع کر دیا۔ یہ مبارک بات ہے۔ ایسا ہی ہونا چاہیئے میں نے دیکھا کہ ایک آواز بھی ایسی نہیں تھی جو اس کی تائید میں ہو کہ

مدرسہ احمدیہ جاری رکھنا چاہیئے

تب میں نے کہا۔ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ شاید بعض دوستوں کو اس وقت معلوم ہوا۔ کہ میں بھی مجلس میں آ چکا ہوں۔ میری اس وقت ۱۹ سال کی عمر تھی۔ شاید بعض سٹوڈنٹس کی عمریں مجھ سے زیادہ ہوں۔ میں نے کہا میں کچھ کہنا چاہتا ہوں جماعت گو ساری کی ساری اس بات پر متفق تھی۔ کہ مدرسہ احمدیہ توڑ دینا چاہیئے۔ لیکن ان سب نے یک آواز کہا۔ ہاں ہاں آپ بولئے نا لیکن وہ سمجھتے تھے کہ میں اس بات پر زور دوں گا کہ وظیفے دیئے جائیں۔ اور جماعت کے نوجوانوں کو ڈاکٹر اور وکیل بنایا جائے۔ خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم اس وقت تقریر کر رہے تھے۔ وہ گھبرائے اور کہا۔ میں ذرا اپنی بات ختم کر لوں۔ پھر

کہا آپ آگے آجائیں۔ میں نے کہا میں یہیں ٹھیک ہوں۔ میں نے کہا ہم حدیثوں میں پڑھا کرتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے پہلے مسلمانوں کی ساری جان نکال کر ایک لشکر تیار کیا۔ سارے نوجوان جو لڑنے والے بالغ اور سمجھدار تھے ان سب کی ایک فوج بنائی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی اس لشکر میں شامل تھے کیونکہ رومانے حملہ کر کے بعض مسلمانوں کو مار دیا تھا۔ اس فوج پر آپؐ نے

حضرت اسامہؓ کو افسر مقرر کیا

اور حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوتے تو آپ نے فرمایا میں اچھا ہوں گا تو اس لشکر کو خود باہر چھوڑنے کے لئے جاؤں گا۔ مگر مشیت الٰہی کے ماتحت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیماری سے شفایاب نہ ہوئے۔ اور اسی میں وفات پا گئے۔ آپؐ کی وفات کی خبر سنتے ہی سارا عرب باغی ہو گیا۔ اور صرف مکہ اور مدینہ میں اسلامی حکومت باقی رہ گئی۔ حضرت ابوبکرؓ پہلے خلیفہ مقرر ہوئے آپ نے حکم دیا کہ یہ لشکر روما کی طرف روانہ ہو اور حضرت اسامہؓ سے صرف اتنا کہا کہ اگر اجازت دو۔ تو عمرؓ کو میں اپنے پاس رکھ لوں۔ تا وہ میرے مشیر کار رہیں۔ انہوں نے اجازت دے دی اور حضرت عمرؓ مدینہ میں رہ گئے۔ روما کی حکومت اس وقت آدھی دنیا پر حکمران تھی۔ اور بظاہر حالات لشکر کا بچ کر آجانا ناممکن نظر آتا تھا۔ بعض صحابہؓ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ سارا عرب باغی ہو چکا ہے۔ اگر یہ لوگ بھی چلے گئے تو دشمن آگے بڑھتا چلا آئے گا۔ اور اسے روکنے والا مدینہ میں کوئی شخص نہیں ہو گا چنانچہ

صحابہؓ کا ایک وفد

حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا اور کہا آپ اس لشکر کو روک لیجئے پہلے یہ باغیوں اور مرتدوں کے ساتھ لڑے اور جب وہ انہیں شکست دیدے تو پھر باہر بھیجا جائے حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ خدا تعالیٰ کے رسول نے ایک لشکر تیار کیا تھا اور فرمایا تھا۔ کہ میں تندرست ہونے پر سب سے پہلا موقعہ ملنے پر اس لشکر کو روانہ کروں گا۔ پھر وہ فوت ہو گیا اور خدا تعالیٰ نے اس کی

خلافت مجھے عطا فرمائی

اب کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں اس کا خلیفہ اور قائم مقام ہو کر سب سے پہلا کام یہ کروں کہ اس نے جو حکم دیا تھا اسے منسوخ کر دوں کیا یہ خلافت ہو گی یا تردید۔ صحابہؓ خاموش ہو گئے اور وہ لشکر روانہ

ہو گیا۔ حضرت ابوبکرؓ کو خدا تعالیٰ نے بغیر فوجوں کے فتح دی اور لشکر بھی میاں کامران واپس آیا۔ میں نے کہا ہم حدیثوں میں یہ پڑھا کرتے تھے۔ اب پھر خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کی بری حالت اور ان کی ناکامی اور نامرادی کو دیکھ کر اپنا

ایک مامور مبعوث فرمایا

اور وہ مامور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اس نے جماعتی مشکلات کو دیکھتے ہوئے مدرسہ احمدیہ قائم کیا اور خود ایک شور سے بلا کر اس بات کا اظہار کیا اور دو بزرگوں مولوی عبدالکریم صاحبؓ اور مولوی برہان الدین صاحبؓ کی طرف اسے منسوب کیا کہ ان کی یادگار قائم رکھنے کے لئے اس سکول کو قائم کیا گیا ہے تا ایسے لوگ آئندہ بھی جماعت میں پیدا ہوتے رہیں۔ میں نے کہا۔ ہم جن کی زبانیں یہ بات کہتے ہوئے خشک ہوتی ہیں کہ ہم صحابہؓ کے

مثیل ہیں

ہم جن کی زبانیں یہ بات کہتے ہوئے خشک ہوتی ہیں کہ ہم نے خلافت کا احیاء کر دیا ہے اور اسلام کو دوبارہ قائم کیا ہے ہماری یہ حالت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ کہتے ہیں۔ کہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کو منسوخ نہیں کر سکتا لیکن ہم اپنے اجلاس میں ہی یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ جو فیصلہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا تھا۔ ہم اسے منسوخ کرتے ہیں بیشک ڈاکٹری اور وکالت کی لالچ زیادہ ہے۔ مگر ایمان کی لالچ اس سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ اس پر وہی جماعت جو سو رہی تھی اور کہہ رہی تھی۔ ٹھیک ہے ٹھیک ہے

مدرسہ احمدیہ توڑ دیا جائے

اور لڑکوں کو وظائف دے کر ڈاکٹر اور وکیل بنایا جائے۔ یوں معلوم ہوا کہ وہ سوتے سوتے جاگ اٹھے ہیں۔ یا تو وہ ان کی باتوں سے اتفاق کر رہے تھے یا ان کی آنکھوں سے شرارے نکلنے شروع ہوئے خواجہ صاحب بڑے کایاں آدمی تھے وہ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا میں نے بھی تو یہی کہا تھا۔ اب اس مضمون کو بند کر دیا جائے۔ آئندہ تحریر کے ذریعہ معلوم کیا جائے کہ جماعت کی اس بارہ میں کیا رائے ہے۔ چنانچہ خطوں میں بھی انہوں نے یہی مضمون لکھا۔ اور مجھے یاد ہے کہ دو جماعتوں کے سوا باقی سب نے یہی کہا کہ مدرسہ احمدیہ کو نہ

توڑا جاسکتا ہے۔ ہم تو شروع سے کے موقع پر ہی یہ فیصلہ کر آئے تھے۔ اب دوبارہ کیا ضرورت ہے۔ غرض ہماری جماعت پر ایک زمانہ ایسا دور آیا اور بڑی عمر کے لوگوں نے سکول جاری رکھنے یا بند کرنے کے سوال پر ٹھوکر کھائی اور کہا اسے بند کر دو۔ لیکن اشرف المخلوقات انسان کی نسل میں سے ایک نوجوان نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہوگا ہم سکول بند نہیں ہونے دیں گے اور جماعت کو نئے سرے سے مضبوط بنائیں گے اور اس نے ثابت کر دیا کہ انسانوں میں بھی ایسے لوگ ہیں جو شہد کی مکھی سے کم نہیں اور پھر یہی نظارہ دوبارہ مدرسہ احمدیہ کے بند کرنے کے متعلق نظر آیا پھر انسان نے چھتہ میں سے شہد نکال کر اُسے بیکار کرنے کی کوشش کی اور پھر مکھیوں کو بے گھر بنانے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھانا شروع کیا۔ پھر دوبارہ بنی نوع انسان میں سے ایک نوجوان کو خدا تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی کہ وہ اس کی حفاظت کرے اور اس نے کہا کہ ہم اپنے گھر کو اُجڑنے نہیں دیں گے بلکہ ہم اسے اور زیادہ مضبوط بنائیں گے۔ یہ تو مکھی والا معجزہ تھا۔ لیکن

اس کا ایک دوسرا پہلو بھی تھا

کہ اگر ایک قوم کی نوجوان پود اسی قسم کے معجزے دکھانے پر قادر ہوئی تو کیا ادھیڑ عمر والے یا ادھیڑ عمر سے زیادہ عمر والے لوگ بھی اس قسم کا معجزہ دکھا سکتے ہیں۔ جو وہ جوانی میں دکھا سکتے تھے۔ شہد کی مکھی نے ہمیشہ یہ معجزہ جوانی میں دکھایا ہے اور بہت سی قومیں یہ معجزہ دکھانے میں بھی ناقابل ثابت ہوئی ہیں۔ بہت کم نوجوان ایسے ہیں جنہوں نے انسانوں میں سے ایسا کام کر کے دکھایا ہے۔ لیکن جماعت احمدیہ کے ایک فرد نے

یہ معجزہ دو دفعہ دکھایا

مگر خدا تعالیٰ یہ بتانا چاہتا تھا کہ وہ انسان جسے میں نے اشرف المخلوقات قرار دیا ہے شہد کی مکھی جیسا معجزہ نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر بھی معجزہ دکھا سکتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے مجھے زندہ رکھا یہاں تک کہ مخالفین کا ہاتھ ایک دفعہ ہمارے چھتہ کی طرف بڑھا اور اس دفعہ بڑی سختی کے ساتھ بڑھا۔ دشمن نے قادیان میں جمع ہوئی ہوئی مکھیوں کو تباہ کرنا چاہا۔ قرآن کریم نے کلام الٰہی کو شہد سے تشبیہہ دی ہے قادیان میں کلام الٰہی کی خاطر جمع ہونے والی مکھیوں کو دشمن نے ان کے چھتہ سے بے دخل کر دیا اور انہیں اڑا دیا شہد کی مکھیوں کا یہ معجزہ ہے کہ ان کی ولیعہد یعنی ملکہ کی سب سے بڑی لڑکی اپنی رعایا میں سے بعض مکھیوں کو لے کر دوسرا گھر بنا لیتی ہے۔ وہ

اپنا دوسرا مرکز قائم کر لیتی ہے

مگر اب کی دفعہ انسان نے وہ معجزہ دکھایا جس کی مثال مکھی کا چھتہ نہیں دکھا سکتا۔ جماعت کے اسی فرد نے جس نے نوجوانی کی حالت میں شہد کی مکھیوں والا معجزہ دکھایا تھا اس نے ادھیڑ عمر سے بھی گذر کر دشمن کو چیلنج کیا کہ ہم اپنا گھر اُجڑنے نہیں دیں گے۔ ہم اپنا چھتہ بنائیں گے اور دکھا دیں گے کہ ہمارے عزم کا مقابلہ کرنے والی اور کوئی قوم نہیں۔ اور تم یہ نظارہ دیکھ رہے ہو۔ شہد کی مکھیاں گزرتی جاتی ہیں اور سفر ایک ہی پرواز میں طے نہیں ہوتا ہم نے قادیان سے پرواز کی اور کچھ دیر لاہور ٹھہرے پھر ایک پرواز کی اور کچھ آدمی احمد نگر چلے گئے اور کچھ چنیوٹ میں ہی ٹھہر گئے۔ اور کچھ اس جگہ کی تلاش میں گئے جہاں وہ اپنا چھتہ بنائیں۔ اب ہم معماروں کی طرح نیا چھتہ بنا رہے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ اسے شہد کے ساتھ بھر دیں گے۔ اور مکھیاں سمٹ کر دوبارہ یہاں آ بیٹھیں گی۔ تم طالب علم اس انتظار میں ہو کہ چھتہ بن جائے تو ہم وہاں جا بیٹھیں۔ احمد نگر والے اس دن کا انتظار کر رہے ہیں جب ہم معماروں کی طرح وہ چھتہ تیار کر دیں گے جس میں انہوں نے بیٹھنا ہے۔ یہ نشان جس طرح اسلام میں ظاہر ہوا ہے شاید ہی کسی دوسرے مذہب میں ظاہر ہوا ہو۔ یہ چیز ایک منفردانہ حیثیت رکھتی ہے۔ جس طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات نے باقی انبیاء کے مقابلہ میں اپنی منفردانہ حیثیت کو پیش کیا ہے۔ آپ کے اتباع نے بھی اپنی منفردانہ حیثیت کو پیش کیا ہے۔ میں تاریخ کا بڑا مطالعہ کرنے والا ہوں میں نے یہ مثال کہیں بھی نہیں دیکھی کہ ایک نوجوان نے اپنی نوجوانی میں ایک چھتہ قائم رکھا ہو اور پھر اسے بڑھاپے میں بھی اسے قائم رکھنے کی توفیق ملی ہو۔ تم دیکھو گے کہ ایک شخص جوانی میں ایک چیز بناتا ہے اور پھر وہ مٹتی چلی جاتی ہے ایک شخص بڑھاپے میں ایک چیز بناتا ہے۔ اور پھر وہ مٹتی چلی جاتی ہے مگر ایک شخص نے اپنی جوانی میں بھی ایک ایسے حملہ کا مقابلہ کیا جس نے جماعت کو تہ و بالا کر دینے کا تہیہ کر لیا تھا۔ ابھی تو میں نے خلافت کا جھگڑا نظر انداز کر دیا ہے۔ جب میں صرف ۲۵ سال کی عمر کا تھا اور دشمن نے ہمارا چھتہ اجاڑنے کی کوشش کی۔ غرض ایک شخص سے جوانی میں بھی یہ کام لیا گیا ہو۔ اور پھر بڑھاپے میں اس سے بھی زیادہ خطرناک حالت میں اس سے وہی کام لیا گیا ہو اور اس نے جماعت کو پھر اکٹھا کر دیا ہو۔ اس کی مثال دنیا میں کہیں اور نہیں ملتی۔

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک بڑھیا بڑی محنتی تھی۔ اس نے سوت کات کات کر اس کی مزدوری سے سونے کے کڑے بنائے لیکن ایک چور آیا اور ایک رات زبردستی وہ کڑے چھین کر لے گیا۔ اس بڑھیا نے چور کی شکل پہچان لی۔ سال دو سال بعد اس بڑھیا نے پھر کڑے بنا لئے ایک دن وہ گلی میں بیٹھی اپنی سہیلیوں کے ساتھ چرخہ کات رہی تھی کہ وہ چور لنگوٹی پہنے پاس سے گذرا۔ اس عورت نے اس کی شکل پہچان لی اور آواز دے کر کہا بھائی ذرا بات سن جانا۔ وہ شخص چور تھا اور اُسے معلوم تھا کہ میں نے اس گھر میں چوری کی ہے اسے کھٹکا پیدا ہوا کہ کہیں مجھے پکڑوا نہ دیا جائے وہ کہنے لگا۔ اس عورت نے کہا میں تجھے پکڑواتی نہیں ہوں۔ صرف ایک بات کرنی ہے۔ اس عورت نے کچھ اس انداز سے یہ بات کہی کہ اس چور کا خوف دور ہو گیا۔ اور وہ ٹھہر گیا۔ اس عورت نے کہا میں نے تمہیں اتنا ہی بتانا تھا کہ حلال و حرام میں کتنا فرق ہے۔ میں نے محنت مزدوری کر کے سونے کے کڑے بنائے تھے اور وہ تو لے گیا۔ لیکن تمہاری اب بھی لنگوٹی کی لنگوٹی ہے اور میرے پاس اب بھی کڑے موجود ہیں۔ ہمیں غیر مبائع کہا کرتے تھے کہ قادیان میں ہونے کی وجہ سے ان کو یہ قبولیت حاصل ہے۔ اور لوگ ان کی طرف اس لئے آتے ہیں کہ ان کے پاس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قائم کردہ مرکز ہے۔ صرف اسی لئے ان کے گرد جماعت اکٹھی ہو رہی ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ہمیں وہاں سے نکال دیا اور مخالف کو دیکھنے کا موقعہ ملا کہ قادیان سے نکلنے کے بعد بھی مخالف ہماری طاقت کو نقصان نہیں پہنچا سکا ہم اس عورت کی طرح نہیں کہتے ہیں کہ تمہاری وہی لنگوٹی کی لنگوٹی ہے۔ اور ہمارے پاس کڑے اب بھی موجود ہیں۔ ہم قادیان سے نکل کر بھی کمزور نہیں ہوئے بلکہ پہلے سے زیادہ مضبوط ہوئے ہیں اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ پہلے ہم ایک ایک دو دو مبلغوں کی دعوتیں کرتے تھے اور اب ہم درجنوں کی دعوتیں کرتے ہیں۔ کیونکہ اب مبلغوں کے رسالے باہر جانے شروع ہو گئے ہیں اور وہ دن دور نہیں جب ایک ہی دفعہ مبلغوں کی بٹالین باہر جائیں گی۔ وہ دن دور نہیں جب مبلغوں کے بریگیڈ باہر جائیں گے۔ وہ دن دور نہیں جب مبلغوں کے ڈویژن تبلیغ اسلام کے لئے باہر جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

علامہ نیاز فتحپوری کے پرحقیقت تاثرات (بقیہ صفحہ ۲)

وہ فلاں فلاں اخلاقی معصیتوں میں مبتلا ہوتے۔

(۶) میرزا صاحب نے "تاریخی" حالات سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اسلام کے بہت سے اصولوں کو مسخ کر دیا۔ میں جہاد کو اندھا دھند جنگ یا لوٹ مار نہیں سمجھتا ہوں۔ جائز حالات میں اگر مسلمان اپنے بچاؤ کے لئے اور اللہ کے دین کی حفاظت کیلئے تلوار نہ اُٹھائے، تو یہ اس کے کیریکٹر کی انتہائی پستی ہے۔ اور اگر مسلمان قرآنی دستور کو سوسائیٹی کے تمام افراد پر اور تمام شعبہ ہائے حیات میں نافذ کرنے کی کوشش نہ کرے اور اس کے علی الرغم اس سے فرار ہونے کے لئے جواز ڈھونڈ ڈھونڈ کر لائے تو قرآن اور رسول پر اس سے زیادہ ظلم اور کیا ہو سکتا ہے۔ لیکن میرزا صاحب کے ہاں اسلام کے بہت سے ایسے ہی اصول یکسر نظر انداز کر دیئے گئے ہیں اور کئی اصولوں کی اس طرح غلط ترجمانی کی گئی ہے کہ خود قرآن کی روح بھی مضطرب ہو چکی ہوگی۔ آپ کا یہ ارشاد کہ احمدی جماعت اسلام کو عملاً قائم کر رہی ہے اور اس کو اپنے اطوار و کردار اور حرکت و عمل سے ثابت کر رہی ہے۔ اس بارے میں عرض ہے کہ آپ صرف ان کی (ماڈرن غیبوری) کو دیکھ کر ایسی بات کہہ دیتا ہے۔ عامۃ المسلمین سے یہ زیادہ اچھے نہیں ہیں۔ یہ نماز بھی پڑھتے ہیں۔ روزے رکھتے ہیں۔ تو وہ بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ وہ بھی توہمات میں پھنسے ہیں اور یہ بھی۔ اب رہا ان کا محبت و موافقت اور جماعتی بھائی چارہ کا ڈھکوسلہ سو خود ان کی جماعت میرزا صاحب کی آنکھیں بند کرتے ہی اختلاف کا شکار ہو گئی۔ اور دونوں نے ایک دوسرے کی اتنی گند اُچھالی ہے کہ شیطان بھی کوسوں دور بھاگتا ہے۔

(نگار) اس سے زیادہ غلط بیانی اور کیا ہو سکتی ہے کہ آپ میرزا صاحب پر بہت سے اصولِ اسلام مسخ کر دینے کا الزام عائد کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے آپ خود اصولِ اسلام سے واقف نہیں۔ اعتقادی حیثیت سے اسلام نام ہے صرف اللہ، رسل، کتب الہامی، ملائکہ اور بعث بعد الموت پر ایمان لانے کا اور عملی حیثیت سے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد فی سبیل اللہ کا سو مجھے بتایئے کہ میرزا صاحب نے ان میں کن کن باتوں کو مسخ کیا ہے وہ نظریاتی حیثیت سے ان تمام باتوں کے اسی طرح قائل ہیں جس طرح عامۃ المسلمین۔ رہی عملی حیثیت سو غالباً آپ کو بھی اس سے انکار نہ ہوگا کہ مسلمانوں میں کوئی جماعت احکام اسلامی کی اتنی پابند نہیں جتنی احمدی جماعت۔ رہا مسئلہ جہاد۔ سو اس باب میں بھی ان کا مسلک عین تعلیم قرآنی کے موافق ہے۔ جہاد ہمیشہ اپنی ذات سے شروع ہوتا ہے......

... اور وہ جہاد جس کا مفہوم عام طور پر جنگ کہا جاتا ہے وہ بھی صرف دفاعی معنی میں فرض ہے۔ قرآن نے جارحانہ جنگ کو کبھی جائز نہیں سمجھا اور اگر آپ عہدِ نبوی اور عہدِ خلافت کی تاریخ کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو کوئی مثال جارحانہ جنگ کی نہ ملے گی۔ خود رسول اللہ نے بھی کبھی اشاعتِ اسلام کے لئے تلوار نہیں اُٹھائی اور نہ خلفائے راشدین نے ملک گیری کے لئے کسی قوم پر حملہ کیا۔ آپ عہدِ خلفاء کے بعد کا زمانہ سامنے نہ رکھیئے۔ وہ زمانہ حکومتِ اسلام کا تھا، مذہب اسلام کے اقتدار کا نہ تھا۔

میرزا صاحب نے اگر انگریزوں کے خلاف جہاد بالسیف کی ممانعت کی تو وہ عین شریعت اسلامی کے مطابق تھی۔ کیونکہ انگریزوں کے زمانہ میں تمام مسلمان اپنے مذہبی شعائر اختیار کرنے کے لئے آزاد تھے اور ہندوستان کو دارالحرب سمجھ کر اس کے خلاف جہاد کرنے کی کوئی وجہ جواز موجود نہ تھی۔

اس عہد میں اگر کوئی جہاد ہو سکتا تھا تو وہ صرف تبلیغ حق و صداقت کا جہاد تھا اور اس سلسلہ میں میرزا صاحب نے جس طرح غیر مسلموں کا مقابلہ کیا ہے اس سے آپ بھی انکار نہیں کر سکتے۔

افسوس ہے کہ اس سلسلہ میں آپ نے تفصیل کے ساتھ نہیں بتایا کہ میرزا صاحب نے اسلام کے کن اصول کو نظر انداز کر دیا، کن اصول کی غلط ترجمانی کی اور وہ کن توہمات میں مبتلا تھے، ورنہ میں شاید زیادہ وضاحت کے ساتھ اپنی رائے پیش کر سکتا۔

رہا میرزا صاحب کے بعد احمدی جماعت کا باہمی اختلاف، سو اس کا نہ میرزا صاحب کی ذات سے کوئی تعلق ہے اور نہ تعلیم احمدیت سے، یہ جماعت کے بعض مخصوص افراد کا اختلاف ہے، ہونہ ہوتا تو بہتر تھا۔

(۱۱) وہاں کا اجتماعی نظام؟ وہ بوہرہ اور اسماعیلیہ شیعوں کی تنظیموں سے زیادہ کمزور ہے۔ ان میں احمدیت سے کم کمزوریاں ہیں۔ احمدی جماعت بہر سلطان جابر کو بلا چون و چرا تسلیم کر لیتی ہے۔ اگر متذکرہ بالا فرقے بھی اسلامی سیاسی بنیادوں پہ سوسائیٹی تعمیر نہیں کر سکے تو احمدیت بھی اس سے کوسوں دور ہے۔

مجھے اس بات میں آپ سے اتفاق ہے کہ محض عقائد ہی اسلام نہیں ہیں۔ اگر صرف زبان سے خدا کو خالق و مالک اور رسول کو صدیق اور برحق مان لیا جائے تو یہ اسلام نہیں ہے۔ بلکہ اللہ اور رسول کی توہین ہے۔ آپ نے لکھا ہے کہ احمدی لوگ عملاً اسلام پیش کر رہے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ انہوں نے کون سے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔ کون سی ایسی اسلامی سوسائیٹی تعمیر کی ہے جو ممتاز ہو اور جس کے بارے میں یہ کہا جا سکے کہ یہ وہ تحریک ہے جس سے پورے ہندوستان بلکہ ایشیا کی تاریخ متاثر ہو گئی ہو۔

(نگار) احمدی جماعت نے اس وقت اسلام کی جتنی دینی خدمت انجام دی ہے اس کا حال اس جماعت کی سالانہ رپورٹوں سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے انہوں نے دنیا کے مختلف گوشوں میں مبلغین بھیج کر قرآن و تعلیمات قرآنی کی حقیقت غیر مسلموں پر واضح کی، لاکھوں روپیہ صرف کر کے مختلف زبانوں میں قرآن کے تراجم مفت تقسیم کئے، بہت سے نادار طلباء کے وظائف مقرر کر کے ان کو اعلیٰ تعلیم دلائی۔ متعدد شفاخانے قائم کر کے بلا امتیاز مذہب و نسل، لاکھوں مریضوں کا مفت علاج کیا اور کر رہے ہیں۔ اگر آپ کے نزدیک ان خدمات کی کوئی اہمیت نہیں ہے تو بتایئے کہ اس سے زیادہ آپ اور کیا توقع ان سے رکھتے تھے جو پوری نہیں ہوئی۔

بوہرہ و اسماعیلیہ تنظیم ایک مخصوص جماعتی تنظیم ہے اور ایک محدود دائرہ کے اندر محصور ہے، نہ اسے تبلیغ سے کوئی تعلق ہے نہ توسیع اسلام سے، بلکہ ان کے نظام کی باطنیت اس کی اجازت بھی نہیں دیتی کہ وہ اپنے مذہبی لٹریچر کی اشاعت کریں۔

یہ بالکل صحیح ہے کہ احمدیت نے سیاسی بنیاد پر کوئی سوسائیٹی قائم نہیں کی، کیونکہ ان کا مقصود صرف اسلام کی عالمگیر اخلاقی تعلیم کو پیش کرنا ہے نہ سیاسی گتھیاں سلجھانا۔

(۸) ہندوستان کے تمام مومن (ہندو، سکھ، مسلمان) اس تحریک کو نا قابلِ اعتنا سمجھتے ہیں۔ بلکہ وہ اس کے بارے میں کچھ جانتے ہی نہیں۔ کبیر پنتھیوں کو تو تمام ہندوستان کے لوگ جانتے ہیں۔ لیکن انہیں یہ معلوم ہی نہیں کہ احمدیت کیا بلا ہوتی ہے۔ ہاں اگر احمدیت اسلام کے مقدس نام پر قائم نہ کی جاتی تو بھگتی تحریک کے مواد و ذخیرہ میں ایک قابل قدر اضافہ ہو جاتا۔

(نگار) آپ یہ کہنا کہ ہندوستان میں تحریکِ احمدیت سے کوئی واقف نہیں، اتنی صریح غلط بیانی ہے کہ اس کا جواب خاموشی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس وقت دنیا کی کونسی تاریخ ہے جو اس جماعت کے ذکر سے خالی ہو۔ اور وہ کون سا مؤرخ ہے جس نے اس کی تنظیم کی تعریف نہ کی ہو۔ آپ نے کبیر پنتھی کا ذکر کر کے اپنی عصبیت پر مہر لگا دی۔ کہاں کبیر پنتھی تحریک جس کو انسان کی عملی زندگی سے کوئی واسطہ نہیں اور کجا احمدی تحریک جس کی بنیاد ہی درستی کردار و اصلاحِ اخلاق پر قائم ہے۔

(۹) ان کے سماجی معاشرت کے بارے میں اتنا عرض ہے کہ بعض مسلمان انہیں رشتہ دینے میں پیش قدمی کرتے رہے ہیں۔ لیکن یہ حضرات (خصوصاً کشمیری) اپنی تیس تیس سالہ جوان بیٹیوں کو شادی سے پہلے ہی بیوہ بنائے بیٹھے ہیں۔ اور جس کے نتائج روح فرسا ثابت ہو رہے ہیں۔

(نگار) رشتۂ مصاہرت کے سلسلہ میں، اس سے قبل میں اپنی رائے کا اظہار کر چکا ہوں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس باب میں اُن کا اصول بالکل صحیح و درست ہے اور ان کی کامیابی و جامعیت بڑی حد تک اس طرزِ عمل پر منحصر ہے۔

(۱۰) پروفیسر الیاس برنی مرحوم کی کتاب "قادیانی مذہب" کا معمولی انداز سے ذکر کر کے آپ نے ان کے ساتھ سخت ظلم کیا ہے۔ وہ "حوالجات" جن سے برنی نے "قادیانی مذہب" مرتب کیا ہے، احمدی حضرات کی کتابیں ہیں اور خصوصی طور پر میرزا صاحب کی تصانیف میں من و عن موجود ہیں اور آپ اگر غیر جانبداری سے کام لیں اور صرف جذبات کے بہاؤ پر خیالات اور فکر کا سفینہ نہ چلائیں تو آپ بچشم خود وہ حوالہ جات ملاحظہ فرما کر نتیجہ پر پہونچ جائیں گے۔

(نگار) میں نے الیاس برنی کی بھی کتاب دیکھی ہے اور وہ بھی ہوا اس کے جواب میں

(باقی صفحہ ۷ کالم ۱ و ۲ پر ملاحظہ)

علاقہ جنوبی ہند کا تبلیغی و تربیتی دورہ

رپورٹ مرسلہ مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب رکن وفد برائے جنوبی ہند

خدا کے فضل و رحم سے امسال نظارت دعوت و تبلیغ قادیان کے زیر نگرانی ۲۲ مارچ سے جنوبی ہند کا تبلیغی دورہ شروع ہوا۔ اس دورہ کے لئے مندرجہ ذیل علماء سلسلہ نظارت مذکورہ کی طرف سے نامزد کئے گئے تھے۔

۱۔ جناب مولینا محمد سلیم صاحب امیر وفد
۲۔ جناب مولینا شریف احمد صاحب امینی فاضل نائب امیر و سیکرٹری
۳۔ جناب مولینا چوہدری مبارک علی صاحب فاضل۔ عز الجی
۴۔ خاکسار سمیع اللہ رپورٹر۔

اس دورے کی ابتداء یادگیر سے ہونے والی تھی۔

پروگرام کے مطابق ۲۲ مارچ کو مکرم جناب مولینا شریف احمد صاحب امینی فاضل مدراس سے یادگیر پہنچ گئے۔ مبلغ علاقہ یعنی جناب مولینا حکیم محمد دین صاحب مبلغ انچارج حیدرآباد بھی ۲۲ کو ہی یادگیر آ گئے۔

جماعت احمدیہ یادگیر کا سالانہ جلسہ

امسال احباب یادگیر نے "این کچہری" کے سامنے اپنے باسٹھویں سالانہ جلسہ کا انتظام کیا تھا۔ ۲۲ مارچ کو مکرم مولینا محمد اسماعیل صاحب وکیل یادگیری کے زیر صدارت جلسہ کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ تلاوت و نظم خوانی کے بعد مکرم سیٹھ عبد الحی صاحب امیر جماعت احمدیہ یادگیر نے افتتاحی تقریر فرمائی جلسہ کی اغراض و مقاصد پر روشنی ڈالی۔ اور جماعت احمدیہ کی تبلیغی خدمات کا ذکر کیا

آپ کے بعد مکرم مولینا حکیم محمد دین صاحب نے "انقلاب حقیقی" کے عنوان پر ایک مبسوط تقریر فرمائی۔ اس میں مختلف تمدنوں کے عروج و زوال کے اسباب پر روشنی ڈالی۔

اس کے بعد مکرم سیٹھ عبد اللطیف صاحب ولد سیٹھ عبد الحی صاحب امیر جماعت احمدیہ یادگیر نے "سیرت نبوی" کے عنوان پر ایک برجستہ تقریر کی۔

آج کے اجلاس کی آخری تقریر مکرم مولینا شریف احمد صاحب امینی کی تقریر تھی۔ آپ نے "امن عالم" کے موضوع پر ایک ولولہ انگیز تقریر فرمائی جس میں موجودہ ایجادات کی فتنہ سامانیوں پر روشنی ڈالی۔ اور اس کے مقابلہ پر اسلام کی پُرامن تعلیمات کا ذکر کیا۔

رات کے ۱۲ بجے آج کے اجلاس کی کارروائی ختم ہوئی۔ اس اجلاس کے آخری حصے کی صدارت مکرم سیٹھ یوسف احمد الدین صاحب نے کی۔ مولینا محمد اسمٰعیل صاحب وکیل اپنی علالت کے باعث اختتام جلسہ تک کرسی صدارت پر نہ بیٹھ سکے۔

دوسرا اجلاس

جماعت احمدیہ یادگیر کے باسٹھویں سالانہ

جلسہ کا دوسرا اجلاس ۲۳ مارچ کو جلسہ گاہ مذکور میں منعقد ہوا۔ آج مکرم مولینا محمد سلیم صاحب مبلغ انچارج دہلی و امیر وفد بھی دہلی سے یادگیر پہنچ گئے۔

آج کے اجلاس کی صدارت مکرم مولوی ... صاحب یادگیری اور ان کے بعد سیٹھ محمد الیاس صاحب نے کی۔

تلاوت و نظم کے بعد پہلی تقریر مکرم مولینا حکیم محمد دین صاحب مبلغ انچارج حیدرآباد نے "بعثت مسیح موعود کی غرض" کے عنوان پر کی۔ آپ نے بہت مؤثر انداز میں "بعثت مسیح موعود کی غرض و غایت" پر روشنی ڈالی۔

دوسری تقریر مکرم مولینا محمد سلیم صاحب امیر وفد و مبلغ انچارج دہلی نے فرمائی۔ آپ کی تقریر کا عنوان تھا "باہمی رواداری اور اتحاد بین الاقوام" آپ نے اپنی تقریر میں بین الاقوامی اتحاد کے اسباب و ذرائع پر روشنی ڈالی۔ اور ثابت کیا کہ اس ترقی یافتہ زمانے میں بھی اسلام ہی اس اتحاد کا ذریعہ ثابت ہو سکتا ہے۔

آپ کے بعد مکرم مولینا شریف احمد صاحب امینی مبلغ مدراس نے "اسلام میں عورت کا مقام" کے عنوان پر ایک مفصل تقریر کی۔ آپ نے اس میں بتایا کہ اس زمانے کی مہذب سوسائٹی میں عورت کو جو مقام دیا گیا ہے اسلام نے عورتوں کو اس سے اعلیٰ و ارفع مقام دیا ہے اور اسلام نے عورتوں کے حقوق کی جو نگہداشت کی ہے۔ وہ توفیق آج کی ترقی یافتہ سوسائٹی کو بھی نہیں ملی۔

جماعت احمدیہ یادگیر کے ان دو روزہ اجلاسوں میں ہندو اور مسلمان کثرت سے شریک ہوئے۔ عورتوں کی نشست کا بھی علیحدہ انتظام کیا گیا تھا۔ ان کی ایک بڑی تعداد بھی پردے میں بیٹھ کر دونوں دنوں کی تقریریں سنتی رہی۔ اس خوشگوار ماحول میں جماعت احمدیہ یادگیر کا باسٹھواں سالانہ جلسہ پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ اس جلسہ کو کامیاب بنانے میں وہاں کے مخلصین۔ خدام اور اطفال نے جو نمایاں حصہ لیا۔ وہ بجا طور پر مستحق مبارکباد ہیں۔

خطبہ جمعہ ۲۴ کو یوم جمعہ تھا۔ مولینا محمد سلیم صاحب نے خطبہ جمعہ دیا جس میں منجملہ اور باتوں کے اخبار بدر کی خریداری کی رغبت دلائی۔

تربیتی جلسہ آج کی شام کو مبلغین سلسلہ کے وجود سے مزید استفادہ کرنے کے لئے جماعت احمدیہ یادگیر نے ایک تربیتی جلسہ بھی منعقد کیا جس میں مولینا محمد سلیم صاحب اور مولینا شریف احمد صاحب امینی نے تقریریں کیں۔ اور تربیتی امور پر روشنی ڈالی۔ ۲۴ ہی کو مولینا چوہدری مبارک علی صاحب مبلغ انچارج میسور اسٹیٹ بھی بنگلور سے یادگیر پہنچ گئے۔

تبلیغی قافلہ تیماپور میں

۲۵ راپریل یادگیر کے تبلیغی و تربیتی مشاغل سے فارغ ہونے کے بعد اب یہ تبلیغی قافلہ "تیماپور" پہنچا۔ حیدرآباد اور یادگیر کے علاقے میں "تیماپور" کو ایک خاص شہرت حاصل ہے۔ یہاں بھی ایک شخص نے مامور من اللہ ہونے کا دعوےٰ کیا تھا۔ جس کے حسرتناک انجام پر وہاں کے در و دیوار گواہی دے رہے ہیں۔ جب کوئی احمدی چشم بصیرت سے اس عبرتناک منظر کو دیکھتا ہے تو بے اختیار اس کا دل آستانۂ الوہیت پر جھک جاتا ہے۔ کہ خدا نے کس واضح رنگ میں صادق و کاذب کے درمیان ایک خط فاصل کھینچ دیا ہے۔ ع

راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا
قدر کیا پتھر کی لعل بے بہا کے سامنے

جماعت احمدیہ تیماپور نے علماء سلسلہ کی آمد سے استفادہ کرتے ہوئے ۲۵ کی شام کو ایک جلسہ کا بندوبست کیا تھا۔ جماعت احمدیہ تیماپور کا جلسہ مکرم مولوی محمد اسماعیل صاحب یادگیری کے زیر صدارت شروع ہوا۔

تلاوت و نظم کے بعد محترم صدر صاحب نے مکرم مولینا چوہدری مبارک علی صاحب کو تقریر کے لئے بلایا۔ آپ نے اسٹیج پر آکر جماعت احمدیہ کے عقائد کے عنوان پر ایک مبسوط و مدلل تقریر کی۔

آپ کے بعد مکرم مولینا محمد سلیم صاحب نے "ختم نبوت" کے عنوان پر تقریر کی۔ آپ نے اپنی تقریر میں احمدیہ نقطۂ نظر کی وضاحت کی اور موقف کو دلائل و براہین سے ثابت کیا۔

آپ کے بعد مکرم مولینا شریف احمد صاحب امینی اسٹیج پر تشریف لائے۔ اور آپ نے "امن عالم" کے عنوان پر تقریر فرمائی۔ حاضرین آخر تک اس تقریر سے محظوظ ہوتے رہے

اوڈگیر میں یہ تبلیغی قافلہ ۲۶ کو تیماپور سے یادگیر آیا۔ اور یہاں کچھ دیر آرام کر کے رائچور کے لئے روانہ ہوا۔ اسی اثناء میں جماعت احمدیہ اوڈگیر سے تار ملا کہ آخر ... اسے کیا ہوا ... کچھ وقت ... نے مناسب سمجھا کہ رائچور جاتے ہوئے باقاعدہ کچھ دیر کے لئے اوڈگیر میں بھی قیام کرے۔ لیکن خود مولینا موصوف نے بھی

بقیہ صفحہ نمبر ۴

لکھی گئی ہے۔ میری سچی رائے یہی ہے کہ الیاس برنی نے مرزا صاحب کے اقوال نقل کرنے میں کافی تلبیس سے کام لیا ہے۔ اگر آپ ان مسائل کی وضاحت فرما دیتے جن میں آپ الیاس برنی سے متفق ہیں تو میں بھی بالتفصیل بتاتا کہ الیاس برنی نے کہاں کہاں کن تلبیسات سے کام لیا ہے۔

(۱۱) رہا یہ سوال کہ کوئی احمدیت کی مخالفت یا حمایت قرآن و حدیث سے بس ہو کر کرے تو یہ بے ہودگی کے سوا کچھ بھی نہ ہوگا۔ جس تحریک کے بانی خود اسے قرآن و حدیث کی رو سے صحیح ثابت کرنے اور عامۃ المسلمین اور خصوصی طور پر ذہین حضرات کو مطمئن کرنے میں بُری طرح ناکام ہو چکے ہوں۔ تم سے خواہ مخواہ الجھن میں پڑ کر کوئی کیوں صحیح ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرے۔

(نگار) پہلے آپ یہ ثابت کیجئے کہ احمدی تعلیم فلاں امور میں قرآن و حدیث کی تعلیم کے خلاف ہے۔ کیا وہ خدا کی وحدانیت اور رسالت رسول کے قائل نہیں۔ کیا انہوں نے عبادات کی صورتیں بدل دی ہیں۔ کیا احکام شریعت میں انہوں نے کوئی رد و بدل کر دیا ہے۔ آخر وہ کیا چیز ہے جس نے آپ کے "ذہین حضرات" کو ان کی طرف سے غیر مطمئن کر رکھا ہے۔ اور آپ کن شواہد و دلائل کی بنیاد پر انہیں "بری طرح ناکام" ظاہر کرنے کی جرأت کر سکتے ہیں۔

افسوس ہے کہ آپ نے فہرست الزامات تو بڑی لمبی چوڑی مرتب کر دی۔ لیکن کوئی ثبوت آپ پیش نہ کر سکے۔

(رسالہ نگار لکھنؤ بابت ماہ اپریل ۱۹۶۱ء صفحہ ۳۵ تا ۴۱)

خلالت طبع کے باوجود موٹر کا یہ دشوار گذار سفر اختیار کیا۔ اور وادگیر میں قیام کیا۔ مگر وقت کی تنگی کے باعث وہاں کوئی پبلک جلسہ نہ ہو سکا۔ اور یہ تبلیغی وفد وہاں رات بھر قیام کر کے صبح رائچور کے لئے روانہ ہو گیا۔

رائچور رائچور میں اللہ تعالیٰ نے ایک جوشیلے اور جوان ہمت آدمی کو یعنی مکرم عبد الکریم صاحب کو چند سال پہلے بیعت کی توفیق دی ہے۔ آپ عفور یہ پریس کے مالک بھی ہیں۔ اشاعت اور پراپیگنڈے کا ایک مؤثر ذریعہ آپ کے ہاتھوں ہے ان تبلیغی وفد کے نزول سے پہلے یہاں جلسہ کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ مکرم عبد الکریم صاحب کی مدد و تعاون کے لئے ہمیشہ یادگیر کے چند احباب جماعت یہاں آیا کرتے ہیں۔ اب کے بھی آ گئے۔ یہاں آنے پر معلوم ہوا کہ ابھی تک "لاؤڈ سپیکر" کی اجازت نہیں ملی ہے۔ اور آج کل وہ جلسہ ہی کیا جس میں لاؤڈ سپیکر نہ ہو۔ لہٰذا تگ و دو شروع ہوئی۔ اس میں مکرم چوہدری مبارک علی صاحب نے نمایاں حصہ لیا۔ آخر لاؤڈ سپیکر کی اجازت مل گئی۔

یہ جماعت احمدیہ رائچور کا تیسرا سالانہ جلسہ تھا۔ پچھلے تجربے گواہ ہیں کہ اہالیان رائچور اختلاف عقائد کے باوجود جماعت احمدیہ کے جلسوں سے بڑے تعاون کا اظہار کرتے ہیں۔ اور بڑی عالی حوصلگی سے پیش آتے ہیں۔ چنانچہ جلسہ ایک ایسی جگہ کیا گیا جہاں ہر خیال و عقائد کے لوگ آسانی سے جمع ہو سکیں۔

اس جلسہ کی صدارت کے لئے جماعت احمدیہ رائچور کی طرف سے شری ایم۔ ناگپا بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی سے درخواست کی گئی تھی۔ آپ نے صدارت کی۔

تلاوت و نظم کے بعد مکرم مولانا چوہدری مبارک علی صاحب فاضل نے جماعت احمدیہ کا حاضرین سے تعارف کرایا۔ آپ کے بعد ایک غیر احمدی دوست مولوی عبد الستار صاحب نے ایک تقریر کی جس میں اسلامی عبادات کی حکمت بتائی گئی۔

اس کے بعد مکرم مولانا محمد سلیم صاحب نے امن و اتحاد کے عنوان پر ایک عالمانہ تقریر کی۔ آپ نے اس میں منجملہ اور باتوں کے رواداری و فراخ حوصلگی کی قدر و قیمت پر روشنی ڈالی۔ اور یہ بتایا کہ اسلامی تعلیمات میں رواداری کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔

آپ کے بعد ایک مقامی غیر مسلم دوست شری پانڈو رنگا راؤ نے ایک اصلاحی تقریر کی۔ آپ کا طرز خطاب مزاحیہ تھا۔ خوب مضحکہ اور معاشرے کی خرابیوں پر چوٹ کے۔ ہنسی انداز میں طنز کی مسالا ہی جماعت احمدیہ اصلاح معاشرہ کے لئے جو جد و جہد کر رہی ہے اسے سراہا۔

اس کے بعد مکرم مولانا شریف احمد صاحب امینی نے امن و اتحاد کے عنوان پر ایک تقریر کی۔ پیغام صلح کا ذکر کیا۔ اور اس کی اہمیت بتائی۔

اس جلسہ کی آخری تقریر مکرم مولانا مبارک علی صاحب کی تھی۔ آپ نے اپنی تقریر میں بتایا کہ قرآن کریم ہی ذریعہ اتحاد ہے۔

اس کے بعد صدر جلسہ نے صدارتی تقریر کی۔ آپ نے اپنی تقریر میں نذر میں خیالات کا اظہار کیا۔ مدارس سے دینی تعلیمات کا جو اخراج ہو رہا ہے۔ اس پر اظہار افسوس کیا۔ ایک ایسے مشترک پلیٹ فارم کی ضرورت کا اعتراف کیا۔ جس میں ہر خیال و مسلک کے لوگ اپنے خیالات کا اظہار کر سکیں۔ جیسے جماعت احمدیہ کا پلیٹ فارم ہے۔ آپ نے اپنی تقریر میں ایک اہم نکتے کی طرف اشارہ کیا۔ اور فرمایا کہ جب ہم ملکی دستور مرتب کرتے وقت دوسرے ممالک کے قوانین سے استفادہ کرتے ہیں تو آخر مذہبی معاملات میں ایسا کیوں نہیں کر سکتے۔ اور دوسرے مذاہب کی خوبیوں کو کیوں نہیں اپنا سکتے۔

جماعت احمدیہ رائچور کا یہ جلسہ نہایت دوستانہ اور خوشگوار ماحول میں رات کے ۱۱ بجے اختتام پذیر ہوا۔ اس کے بعد کئی غیر احمدی حضرات مسائل احمدیت پر تبادلہ خیالات کرتے رہے اور بہت مطمئن ہو کر گئے۔

دیودرگ رائچور کے مشاغل سے فارغ ہونے کے بعد اب اس وفد کے دو ارکان یعنی مولوی مبارک علی صاحب اور مولوی شریف احمد صاحب امینی دیودرگ کو روانہ ہو گئے۔ مولانا محمد سلیم صاحب امیر وفد غیر احمدیوں کی خواہش کے احترام میں کہ وہ دوسرے دن احمدیت پر تبادلۂ خیالات کریں گے رائچور ہی ٹھہر گئے۔ اور حکیم محمد دین صاحب یادگیر سے ہی حیدر آباد لوٹ آئے تھے۔

جب یہ قافلہ دیودرگ پہنچا جلسہ کی تیاری مکمل تھی۔ مگر مشیت ایزدی کہ ٹھیک وقت پر بارش ہو گئی۔ اور یہ جلسہ نہ ہو سکا۔ یہ تبلیغی قافلہ اس رات کو دیودرگ سے رائچور واپس آ گیا اور صبح کو وہاں سے پورا قافلہ حیدر آباد کے لئے روانہ ہو گیا۔ یہاں تک کے سارے دورے میں جماعت احمدیہ یادگیر نے اپنی موٹر کار اور لاؤڈ سپیکر اور اپنے نوجوان خدام کے ذریعہ تبلیغی امور کی انجام دہی میں قابل قدر کام انجام دیا۔ جزاکم اللہ۔

حیدر آباد ۲۹ر مارچ کو سر شام یہ قافلہ حیدر آباد پہنچا۔ ۳۰ر مارچ کو خاکسار بھی بمبئی سے حیدر آباد پہونچ گیا۔ میرے اتنی دیر سے اس وفد میں شریک ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ میں اتنے دن بمبئی کے مشاغل میں مصروف تھا۔ اور میں نے نظارت دعوت و تبلیغ قادیان سے عدم شرکت کی اجازت حاصل کر لی تھی۔ بہر صورت میں ۳۰ر کو صبح سویرے حیدر آباد پہنچا۔ اور ارکان وفد سے ملاقات کی۔ میرے آنے کے بعد مکرم مولوی مبارک علی صاحب ہبلی کو چلے گئے۔

سید عبد اللطیف وغیرہ سے ملاقات آج مکرم مولانا حکیم محمد دین صاحب نے ملاقات کا وقت مقرر کیا تھا۔ ہم لوگ یعنی تینوں ارکان وفد اور مکرم حکیم محمد دین صاحب۔ مکرم احمد اللہ صاحب بیگ کی موٹر میں وقت مقررہ پر ڈاکٹر سید عبد اللطیف صاحب کے گھر پہنچے حسن اتفاق سے اسی وقت وہاں نواب سعید نواز جنگ سابق چیف جسٹس حیدر آباد۔ اور مشہور ماہر تصوف ڈاکٹر میر ولی الدین صاحب بھی آ گئے۔ ان سبھوں سے مختلف موضوعوں پر مولانا محمد سلیم صاحب امیر وفد نے گفتگو کی۔ ڈاکٹر سید عبد اللطیف صاحب کو جماعت احمدیہ کا کچھ لٹریچر تحفۃً دیا گیا۔ محترم ڈاکٹر صاحب موصوف نے بھی اپنی تصنیف اساس تہذیب وغیرہ دو دو جلدیں امیر وفد کی خدمت میں پیش کیں۔

جلسہ سکندر آباد آج یوم جمعہ تھا۔ حیدر آباد میں خطبہ جمعہ مکرم مولانا محمد سلیم صاحب نے اور سکندر آباد میں مکرم مولانا شریف احمد صاحب امینی نے پڑھا۔ دونوں علماء کرام نے تبلیغی و تربیتی امور کے علاوہ اخبار بدر کی خریداری اور وصیت کی اہمیت واضح کی اور احباب کو موصی و خریدار بدر بننے کی تحریک کی۔

۳ر مارچ کو جماعت احمدیہ سکندر آباد کی طرف سے مشیر آباد میں ایک جلسہ کا بندوبست کیا گیا تھا۔ اسی رات کو مکرم سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب نے ہم لوگوں کو کھانے پر بلایا تھا۔ ہم لوگ کھانا کھا کر وہیں سے جلسہ گاہ پہنچے۔ آسمان ابر آلود تھا۔ بارش کا خدشہ ہو رہا تھا۔ ایسے خیال تھا کہ سامعین کی تعداد بہت زیادہ ہو گی۔ غیر احمدیوں نے یہ پیغام بھیجا کہ جلسہ ۸ ۱/۲ بجے شروع کیا جائے۔ تو اچھا ہو کہ وہ نماز عشاء کے بعد اس میں شریک ہو سکیں گے۔ ان کی خواہش کے مطابق جلسہ کی کارروائی کا آغاز رات کے ۸ ۱/۲ بجے ہوا۔ اس جلسہ کی صدارت مکرم غلام قادر صاحب شرق نائب امیر جماعت احمدیہ سکندر آباد نے کی۔

تلاوت قرآن پاک و نظم کے بعد پہلی تقریر خاکسار کی تھی۔ عنوان تھا "یاجوج و ماجوج کی سحر انگیز کارستانیاں"۔ میں نے اس موضوع پر اظہار خیالات شروع کیا۔ اور میں اپنی تقریر ابھی یہ وضاحت کر رہا تھا کہ فلسطین میں یہودیوں کا دوبارہ بسایا جانا یاجوج و ماجوج کے خروج کی ایک علامت ہے کہ اچانک بوندا باندی شروع ہو گئی۔ اور پھر آہستہ زور کی بارش ہونے لگی کہ تقریر کرنا اور جلسہ جاری رکھنا دشوار ہو گیا۔ اس لئے جلسہ ملتوی کر دیا گیا۔ ہم لوگ وہاں سے مکرم سیٹھ محمد یوسف احمد الہ دین صاحب کی موٹر میں جوبلی ہال آ گئے۔

درخواستہائے دعا

۱۔ میری بھانجی میٹرک کے امتحان میں شریک ہو رہی ہے نمایاں کامیابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ نیز خالہ زاد بھائی ماسٹر غلام رسول صاحب بٹ رشی نگر کچھ عرصہ سے بیمار رہیں۔ موصوف کی شفایابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

ملک عبد الکریم آسنوری از کلکتہ

۲۔ میں نے امتحان دیا ہے۔ جس میں کامیابی کے لئے احباب سے دعاؤں کی درخواست ہے۔

خاکسار عزیز الرحمان متعلم جامعہ احمدیہ ربوہ۔

۳۔ میری حالت کمزور ہے اور کچھ پریشانیاں لاحق ہیں۔ احباب جماعت سے عاجزانہ دعا کی درخواست ہے۔ اللہ اپنا فضل فرمائے آمین۔

خاکسار بشیر احمد از مینہ کنڈہ

ولادتیں

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے خاکسار کو نرینہ اولاد سے نوازا ہے۔ عزیز نومولود کے نیک صالح اور خادم دین ہونے اور لمبی عمر پانے کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

خاکسار مبارک احمد قائد مجلس خدام الاحمدیہ سوسائٹی ٹائمز

۲۔ مورخہ ۱۶ کو اللہ تعالیٰ نے مجھے لڑکا عطا فرمایا۔ جملہ عہدیداران کرام اور احباب جماعت سے درخواست ہے کہ دعا فرمائیں کہ مولیٰ کریم نومولود کو نیک اور خادم دین بنائے اور عمر دراز کرے۔ آمین۔ خاکسار محمود قادر از موسیٰ جی مائینز

صوبہ اُڑیسہ بہار کا تبلیغی و تربیتی دورہ

(مختصر کوائف)

از مکرم مولوی عبد الحق صاحب فضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ

نظارت دعوت و تبلیغ قادیان دارالامان کے مقرر کردہ پروگرام کے مطابق مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ و قائد وفد کلکتہ سے اور خاکسار رانچی سے ۲۹ مارچ دس بجے دن بذریعہ ٹرین بھدرک پہونچ گئے۔ احباب جماعت استقبال کی غرض سے ریلوے اسٹیشن پر موجود تھے۔ مختصر تعارف و ملاقات کے بعد ایک موٹر کار کے ذریعہ ہم لوگ جائے قیام تک پہونچے۔ جس کا انتظام مقامی جماعت کی طرف سے کیا گیا تھا۔ مکرم مولوی سید محمد محسن صاحب معلم وقف جدید بھی بھدرک سے ہی تبلیغی وفد میں شامل ہو گئے

تربیتی اجلاس بعد نماز مغرب مسجد احمدیہ بھدرک میں ایک تربیتی اجلاس زیر صدارت مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کریم مکرم مولوی سید محسن صاحب نے کی جس کے بعد دو خدام نے اردو اور اُڑیہ زبانوں میں دو نظمیں خوش الحانی سے سنائیں۔ بعدہٗ خاکسار اور مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل نے بالترتیب ایک ایک گھنٹہ کی تقاریر میں اسلامی نقطۂ نگاہ سے بعض اہم امور کی طرف حاضرین کو متوجہ کیا۔ مستورات کے لئے پردہ کا انتظام تھا۔ بعض غیر احمدی دوست بھی اس اجلاس میں شریک ہوئے جنہوں نے ان تربیتی تقاریر کو بہت پسند کیا۔ بعد دعا اجلاس برخاست ہوا۔

خطبہ جمعہ ۳۰ مارچ کو خطبہ جمعہ میں خاکسار نے خلافت و نظام وصیت کی ضرورت و اہمیت بیان کی اور حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا ایک نظام وصیت کے متعلق ایک تازہ پیغام پڑھ کر سنایا گیا۔ اور احباب جماعت کو نظام وصیت میں شمولیت کی تحریک کی۔

جماعت احمدیہ بھدرک نے حسب پروگرام ۳۱ مارچ اور یکم اپریل کو جلسہ "سیرت النبی" اور "موجودہ زمانہ کا مصلح" بالترتیب دو جلسوں کا انتظام کیا تھا۔ جس کے لئے اُڑیہ زبان میں پروگرام پر مشتمل ایک اشتہار بھی تقسیم کیا جا رہا تھا۔ اور ۳۱ مارچ کو آلہ مکبر الصوت کے ذریعہ سے بازاروں میں اعلان بھی کیا گیا۔

جلسہ سیرت النبی ۳۱ مارچ سات بجے شام نارائن چندر ہائی سکول بھدرک کے صحن میں جلسہ سیرت النبی منعقد ہوا۔ جلسہ کے صدر مسٹری نریندر دیو پرشاد داس صاحب ایم۔ اے۔ بی۔ ایل قرار پائے۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد درثمین سے ایک نظم پڑھی گئی اور ایک اُڑیہ نظم بھی سنائی گئی۔ بعدہٗ مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل نے سوا گھنٹہ تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و سوانح کو دلنشیں پیرایہ میں بیان فرمایا جسے حاضرین نے خوب جم کر سنا۔ آپ کی تقریر کے بعد مکرم دیا نند صاحب ہیڈ ماسٹر ہائی سکول نارائن چندر نے اپنی پندرہ منٹ کی تقریر میں فرمایا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے جو آج تمام دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ تو یہ سب آپ کے اعلےٰ اخلاق کا نتیجہ ہے۔ وقت زیادہ ہو رہا تھا۔ خاکسار کی تقریر کا موضوع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلےٰ و برتر تعلیم تھا۔ آدھ گھنٹہ خاکسار کی تقریر جاری رہی۔ آخر میں صدر محترم نے تقاریر پر پسندیدگی کا اظہار کیا اور اپنی صدارتی تقریر میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اعلےٰ اخلاق و اسوہ کی تعریف کی۔ اور جلسہ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

جلسہ کی حاضری توقع سے بہت بڑھ کر تھی۔ اگرچہ مخالفین علماء نے جملہ مساجد میں بڑی سختی سے یہ اعلان کیا تھا کہ اس جلسہ میں کوئی شریک نہ ہو۔ اور بہت کچھ پابندیاں بھی لگائی تھیں۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے فضل سے جلسہ گاہ میں ایک اچھا اجتماع تھا۔ غیر احمدی دوست کافی تعداد میں شریک جلسہ ہوئے۔ بعض معززین کے نام درج ذیل ہیں:۔

۱۔ مکرم محمد حنیف صاحب سابق ڈپٹی اسپیکر اڑیسہ۔ ۲۔ الحاج مولوی نور محمد سوداگر چرم۔ ۳۔ الحاج عبد الرحمٰن خان صاحب۔ ۴۔ سیٹھ شیخ عبد المنان صاحب ۵۔ مکرم مولوی سراج الدین صاحب ریٹائرڈ مجسٹریٹ بالاسور۔

علاوہ ازیں بہت سے غیر مسلم معززین بھی جلسہ میں شریک ہوئے۔ جلسہ میں آلہ مکبر الصوت کا اچھا انتظام کیا گیا تھا جلسہ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

موجودہ زمانہ کا مصلح یکم اپریل کے جلسہ کا موضوع "موجودہ زمانہ کا مصلح" تھا۔ جو بمقام انیس الدین کوئلہ ڈپو مستعمل پرانا بازار منعقد ہوا۔ مخالفین نے اپنی عادت قدیم کے مطابق ایک اعلان کیا کہ آج حنفیوں کی طرف سے جلسہ سیرت النبی منعقد ہوگا جس میں مذاہب باطلہ اور بالخصوص قادیانی مذہب کا رد پیش کیا جائے گا۔ یہ جلسہ ہمارے جلسہ گاہ کے قریب منعقد کیا گیا۔ جلسہ کیا تھا سیرت النبی بیان کرنے کے بجائے جماعت احمدیہ کو گالیاں دے کر "علماء ھم" اپنے اندر دنے کا مظاہرہ کر رہے تھے۔

ہمارا جلسہ خدا تعالےٰ کے فضل سے مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل کی زیر صدارت سات بجے شام شروع ہوا۔ تلاوت قرآن کریم اور نظم کے بعد خاکسار نے "کسر صلیب اور اس کا پس منظر" کے موضوع پر سوا گھنٹہ تک تقریر کی جس میں قرآن کریم اور احادیث کی روشنی میں بتایا کہ دجال اور یاجوج و ماجوج اور یادریوں کی یہ یلغار اور عیسائیت کا دور اقتدار وہ فتنے ہیں جس کی قرآن کریم اور احادیث میں بڑی وضاحت سے خبر دی گئی ہے۔ علاوہ ازیں بعض غیر احمدی علما کی تحریرات سے اپنے مضمون کی تائید و تعقید کی گئی۔ نیز اس زمانہ میں مسلمانوں کے قلوب میں صلیبی عقائد کا جو اثر ہو چکا تھا مثلاً حیات مسیح، خلق طیور کو بیان کر کے حیات مسیح و دیگر عقائد کو بیان کر کے یہ بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا کس طرح رد فرمایا اور مسلمانوں کے دلوں سے اس صلیبی اثر کو دور کر کے کس طرح آپ حدیث نبوی "یکسر الصلیب" کے مصداق بنے۔ آخر میں بعض دوسرے نشانات جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے لئے اس زمانہ میں پورے ہوتے بیان کئے گئے۔ یہ تقریر سوا گھنٹہ تک جاری رہی۔ آخر میں مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل نے اپنی سوا گھنٹہ کی تقریر دلنشیں انداز میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اخلاق فاضلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ بھدرک کے لوگوں پر مجھے حیرانی ہے کہ ہمارا پروگرام تو متعین ہو چکا تھا پھر اگر انہوں نے ہمیں گالیاں ہی دینی تھیں تو کسی دوسرے وقت بھی دے سکتے تھے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا اسوہ تو یہ تھا کہ نجران کے عیسائی جو مناظرہ کرنے کے لئے مدینہ شریف آئے تھے رسول کریم صلعم نے ان کا احترام فرمایا اور حضرت بلال کو مہمان نوازی کے لئے مقرر فرمایا اور مسجد نبوی میں انہیں اپنے طریق پر عبادت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اور ایک طرف بھدرک کے لوگوں کا رویہ ہے جو ہمارے سامنے ہے۔ بعدہٗ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور مسئلہ ختم نبوت کی وضاحت فرمائی۔ اور قرآن کریم۔ حدیث شریف بسلف صالحین۔ عربی اشعار حضرت محمد قاسم نانوتوی کی تحریرات سے ثابت کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں نبی آسکتا ہے اور خاتم النبیین کے یہی معنے ہیں۔ آخر میں آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اصلاحی کارناموں کو بیان فرمایا۔ اور اسی ضمن میں موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کی قبر پرستی پر اظہار افسوس فرمایا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک آخری وقت کی حدیث بیان فرمائی جس میں یہود اور نصاریٰ پر حضور نے اس بنا پر لعنت فرمائی ہے جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ ہمارے جلسہ میں اگرچہ غیر احمدی دوست کم شریک ہوئے لیکن جلسہ گاہ سے باہر کافی لوگ کھڑے ہو کر سنتے رہے تھے جلسہ کی کارروائی شروع ہوتے ہی جماعت احمدیہ کے ایک مخلص فرد سید غلام لدین صاحب ڈپٹی مجسٹریٹ اندان کے ہمراہ مکرم نور الحسن صاحب ایڈوکیٹ اور کچھ دوسرے دوست بالاسور سے تشریف لے آئے۔ اس جلسہ میں بھی لاؤڈ سپیکر کا اچھا انتظام کیا گیا تھا۔ بعد دعا اجلاس بفضل خدا بخیر و عافیت اختتام پذیر ہوا۔

بھدرک کے جلسوں میں انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ نے دن رات ایک کر کے جس طرح جلسوں کو کامیاب بنایا وہ قابل تعریف ہے جزاھم اللہ احسن الجزاء۔ بالخصوص مکرم عبد الرب صاحب بی۔ اے شیخ محمد یونس صاحب۔ شیخ غلام مہدی صاحب محمد ہاشم خان صاحب۔ شیخ قمر الدین صاحب قابل ذکر ہیں۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء فی الدارین خیرا۔ بھدرک کے پولیس افسران کا بھی ہم شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے فرض شناسی کا ثبوت دیا۔ اور اپنے حسن انتظام کے نتیجہ میں کسی قسم کی بدنظمی پیدا ہونے نہ دی۔

کرڈاپلی یکم اور ۲ اپریل کی درمیانی شب یہ تبلیغی وفد عازم کرڈاپلی ہو کر صبح سات بجے کٹک پہنچا۔ ریلوے اسٹیشن پر احباب جماعت استقبال کے لئے موجود تھے مختصر تعارف و ملاقات کے بعد کرڈاپلی جانے والی بس پر سوار ہو کر ہم لوگ قریباً ساڑھے نو بجے کرڈاپلی پہنچ گئے۔ یہ بستی خدا کے فضل سے پوری کی پوری احمدی ہے۔ بعد نماز مغرب کرڈاپلی کے ایک چوک میں ایک تربیتی اجلاس منعقد ہوا جس میں مکرم مولوی بشیر احمد صاحب قائد وفد۔ مکرم مولوی محمد محسن صاحب مکرم سید فضل عمر صاحب مکرم عبد الہادی صاحب مکرم سید صمصام الدین صاحب اور خاکسار کی تقاریر ہوئیں۔ یہ تقاریر تربیتی تھیں۔ بعد دعا بخیر و خوبی اجلاس برخاست ہوا۔

جلسہ آکڈگڑھ مکرم سید فضل عمر صاحب مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے آکڈگڑھ کے معززین اور افسران سے مل کر ایک جلسہ پیشوایان مذاہب کے موضوع پر منعقد کرنے کا انتظام کر رکھا تھا۔ مختلف جماعتوں نے اس میں دلچسپی لی۔ (منفق آئندہ اشاعت میں)

یوم مسیح موعودؑ کی تقریب پر احمدیہ جماعتوں کے جلسے

مرسلہ نظارت دعوت و تبلیغ

کٹک

یہاں یوم مسیح موعود ۲۳ مارچ کو زیر صدارت مولوی سید ابو صالح صاحب منایا گیا تلاوت قرآن کریم و نظم کے بعد لطف الرحمن صاحب سیکرٹری تبلیغ نے تقریر فرمائی جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دینی خدمات بیان کیں۔ اس کے بعد صدر جلسہ نے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کن حالات میں ہوئی تھی۔ زمانہ پر آشوب تھا۔ لوگ دین سے بے بہرہ تھے۔ اور بے دینی اور الحاد کا زور بڑھ رہا تھا۔ اسلامی تعلیم و عقائد کو بدل دیا گیا تھا۔ لیکن آپ نے مبعوث ہو کر مسلمانوں اور اسلامی عقائد کی اصلاح کی۔ اور اسلام کی اتنی شاندار خدمت کی کہ آپ کی وفات کے بعد مخالف اخبارات نے بھی آپ کو خراج تحسین پیش کیا دعا کے بعد جلسہ ختم ہوا۔

ناظر خان سیکرٹری تبلیغ اے۔ ایم۔ پی

کٹک۔

کیرنگ (اڑیسہ)

مرکزی ہدایت کے مطابق یہاں مورخہ ۲۳-۳-۷۲ کو خاکسار کی زیر صدارت مسجد میں جلسہ منعقد کیا گیا۔ تلاوت قرآن کریم و نظم اردو و اڑیہ کے بعد جناب یٰسین خان صاحب جناب شیخ مکرم علی صاحب۔ جناب حیدر خان صاحب۔ جناب منشی میاں الدین خان صاحب اور جناب مولوی شیخ طاہر الدین صدر جماعت احمدیہ نے یکے بعد دیگرے تقاریر کیں۔ جس میں انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق قرآن مجید۔ احادیث۔ بائیبل وغیرہ سے پیشگوئیاں بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ کو پیش کیا۔ آپ کی صداقت پر براہین احمدیہ لیکھرام اور ڈوئی کے ذریعہ اتمام حجت تفصیل کے ساتھ بیان کئے اس کے علاوہ اور بھی بعض نشانات بیان کئے۔ ان کے بعد خاکسار نے اپنی صدارتی تقریر میں حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم بیان کر کے اس پر عمل کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ بالآخر حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ تعالےٰ اور خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے لئے اجتماعی دعا کرائی اس کے بعد رات کے ۹½ بجے یہ جلسہ ختم ہوا۔ اس جلسہ میں کافی تعداد میں مرد و زن شامل تھے۔

خاکسار محسن خان مبلغ

از کیرنگ

چنتہ کنٹہ

بعض مجبوریوں کی بناء پر جلسہ ۲۳ مارچ سنہ کی بجائے ۲۴ مارچ سنہ بروز جمعہ بعد نماز مغرب احمدیہ مسجد میں زیر صدارت مکرمی سیٹھ محمد معین الدین صاحب صدر جماعت احمدیہ چنتہ کنٹہ منایا گیا۔ جلسہ میں لاؤڈ سپیکر اور لائٹ کا انتظام کیا گیا تھا۔ اور حاضری نہایت ہی تسلی بخش تھی

تلاوت و نظم کے بعد مولوی بشیر احمد صاحب خادم مبلغ سلسلہ احمدیہ چنتہ کنٹہ نے قریباً ایک گھنٹہ تقریر کی۔ موصوف نے دوران تقریر میں اپنے وقت کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے متعلق قرآن و احادیث کی پیشگوئیوں پر تفصیلی بحث کی۔ نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعثت کے زمانے میں مسلمانوں اور دیگر اہل دنیا کی ابتر حالت پر روشنی ڈالی۔ اس کے ضمن میں موجودہ زمانہ کے علماء اور مشہور ملکی شعراء کے اقوال بطور شہادت پیش کئے نیز بعد میں بتایا کہ پیشگوئیوں کی روشنی میں چودھویں صدی کا آغاز ہی مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کا متقاضی تھا۔

اسی طرح یہ بھی بتایا گیا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ امت کی اصلاح اور اشاعت اسلام کا کام کرنے کیلئے صرف علماء کافی ہیں اس خیال باطل کی تردید کے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور پھر عصر حاضر کے علماء کی بے سود کوششیں بتا کر یہ بتایا کہ مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت ہی احیاء اسلام کیلئے ضروری تھی۔

اسکے بعد مکرم عبد الحفیظ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پُر معارف کلمات طیبات اخبار بدر سے پڑھ کر سنائے۔ بعد ازاں عبد المنان صاحب نے نہایت خوش الحانی سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں نظم پڑھ کر سامعین کو محظوظ کیا۔ آخر میں مکرمی صدر صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض پیشگوئیاں اور کارناموں کو تفصیل کے ساتھ احباب کے سامنے پیش فرمایا۔ اور نہایت عمدہ انداز میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی غرض و غایت اور ضرورت کو بیان فرماتے ہوئے سامعین کو اس عظیم الشان دعوے کی طرف سنجیدگی سے غور کرنے کی دعوت دی۔ نیز احباب جماعت کو بھی تلقین فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کے اس فضل کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنی ذمہ داریوں کو سمجھیں اور اپنے آپ کو ایک مثالی مسلم کی حیثیت سے پیش کریں۔ آخر میں جلسہ کے بابرکت ہونے کے دعا فرمائی اسطرح ٹھیک ۱۰ بجے جلسہ کے اختتام کا اعلان فرمایا۔

محمد عبد الغنی سکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ چنتہ کنٹہ

حصہ جائیداد اپنی زندگی میں ادا کرنے کی ایک اور قابل تقلید مثال

اخبار بدر کی ایک حالیہ اشاعت میں مکرم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی کلکتہ کی طرف سے حصہ جائیداد میں مبلغ بیس ہزار روپے کی رقم بھجوانے کا شکریہ اور اعلان کرتے ہوئے نظارت ہذا کی طرف سے یہ تحریک کی گئی کہ جماعت کے دوسرے صاحب جائیداد موصی احباب بھی اس طرف توجہ فرما دیں۔ نیز ہندوستان کے بعض مخلص موصی صاحبان کو انفرادی چٹھیوں کے ذریعہ سے بھی اپنی زندگی میں حصہ جائیداد ادا کرنے کی تحریک کی گئی تھی۔ یہ امر قابل مسرت ہے کہ میاں محمد یوسف صاحب بانی کلکتہ (جو کہ محترم سیٹھ محمد صدیق صاحب بانی کے حقیقی بھائی ہیں) کو بھی اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل سے حصہ جائیداد میں مبلغ دس ہزار روپے کی ایک معقول قسط ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ فَجَزَاھُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ الْجَزَاء۔

اگر جماعت کے جملہ صاحب جائیداد موصی احباب اور مستورات اپنی زندگی میں حصہ جائیداد ادا کرنے کا عزم کریں اور حسب موقعہ اس مد میں رقوم مرکز میں بھجواتے رہیں تو اس سے نہ صرف مرکز کی بہت سی مالی مشکلات میں کمی ہو سکتی ہے بلکہ اس سے موصی صاحبان اپنی زندگیوں میں ایک اہم ذمہ داری سے سبکدوش ہو کر خدا تعالےٰ کی رضا کو حاصل کر سکتے ہیں۔

امید ہے کہ جماعتوں کے عہدہ داران اور مبلغین صاحبان بھی اس تحریک کو زیادہ سے زیادہ کامیاب بنانے کیلئے توجہ فرمائیں گے۔

جماعت کا مالی سال ختم ہونے میں اب صرف گنتی کے چند روز باقی ہیں لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ لازمی چندوں کے بقایاجات کو بھی فوری طور پر وصول کرنے کی طرف خاص توجہ دی جائے اور وصول شدہ رقوم بلا تاخیر مرکز میں بھجوائی جائیں تاکہ موجودہ مالی سال کی آمد میں شمار ہو سکیں۔

ناظر بیت المال قادیان

حضور اقدس کا تازہ پیغام

عہدیداران جماعت کے نام

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے امسال مجلس مشاورت کے نمائندگان کو اور ان کے توسط سے تمام احبابِ جماعت کے نام جو پیغام ارسال فرمایا ہے اس میں تبلیغِ اسلام اور جماعتی ترقی کیلئے جماعت کا مالی نظام مضبوط کرنے کی طرف خاص توجہ دلائی ہے اور جس نقص کیوجہ سے مالی استحکام میں رخنہ پیدا ہو رہا ہے اس کا ذکر مندرجہ ذیل الفاظ میں حضور نے فرمایا ہے :۔

"جہاں تک میں سمجھتا ہوں ہمارے بجٹ کی کمی میں بڑا دخل ان نادہندوں کا ہے جو سلسلہ میں شامل ہونے کے باوجود کمی اخلاص کی وجہ سے مالی قربانیوں میں حصہ نہیں لیتے اسی طرح وہ لوگ جو مقررہ شرح کے مطابق چندہ نہیں دیتے یا بقایوں کی ادائیگی میں سستی سے کام لیتے ہیں اُن کی غفلت بھی سلسلہ کیلئے نقصان کا موجب ہو رہی ہے پس میں تمام امراء اور سیکرٹریانِ جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ انہیں روحانی اور تربیتی اصلاح کے ساتھ ساتھ نادہندوں اور شرح سے کم چندہ دینے والوں کے بارہ میں اپنی ذمہ داری سمجھنی چاہیئے تاکہ ان میں بھی قربانی کا جذبہ پیدا ہو اور وہ بھی اپنے دوسرے بھائیوں کے دوش بدوش اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے ثواب میں شریک ہو سکیں۔"

جو عظیم کام جماعت احمدیہ کے سپرد ہے اگر اس کا کماحقہٗ احساس کرتے ہوئے ہم میں سے ہر ایک اپنا اپنا محاسبہ کرے اور جماعت کے عہدیداران بقایا والے، بے شرح اور نادہند افراد کی اصلاح و تربیت کیلئے خاص طور پر متوجہ ہوں تو بفضلہ تعالےٰ جماعت کی بہت سی مالی مشکلات کا ازالہ جلد ممکن ہو سکتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عہدیداران پہلے خود اپنے مالی فرائض کو باشرح باقاعدگی کے ادا کرنے میں اعلیٰ عملی نمونہ پیش کریں اور پھر حضور اقدس کے ارشاد کی روشنی میں اپنی جماعت کے دیگر باشرح بقایادار اور نادہند افراد کی اصلاح کے لئے مؤثر کوشش کریں۔ اور جو افراد باوجود ہر ممکن مقامی کوشش کے اپنی حالت پر مصر ہوں اور اصلاح نہ کریں تو ان کا معاملہ مقامی مجلس عاملہ کی رپورٹ کیساتھ مزید اصلاحی کارروائی کے لئے مرکز میں بھجوائیں۔

موجودہ مالی سال کے ختم ہونے میں اب صرف چند یوم باقی ہیں اور بہت سی جماعتوں کے ذمہ لازمی چندہ جات کے بجٹ کی کثیر رقوم تاحال قابلِ ادا ہیں۔ لہٰذا جملہ عہدے داران، مقامی، مقامی امراء و صدر صاحبان، صوبائی امراء اور مبلغین کرام کا فرض ہے کہ ان بقیہ چند ایام میں کمی بجٹ کو زیادہ سے زیادہ وصول کرنے کے لئے پوری توجہ سے کوشش کریں۔ ہر جماعت کے بجٹ۔ وصولی اور بقایا کی پوزیشن سے سیکرٹریانِ مال کو نظارت ہذا کی طرف سے اطلاع بیشتر ازیں ارسال کی جا چکی ہے۔

چونکہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کا مالی سال ۳۰/۴ کو ختم ہو رہا ہے۔ اس لئے وہی رقوم چندہ جات جماعتوں کے اس مالی سال میں محسوب ہو سکیں گی جو اواخر اپریل تک قادیان پہنچ جائینگی۔ لہٰذا جملہ عہدیدارانِ مال وصولی چندہ جات کی رقوم ساتھ ساتھ ہی مرکز میں معہ تفصیل بھجواتے جائیں تاکہ اسی مالی سال میں شمار ہو سکیں اور جماعت کے ذمہ بقایا نہ رہ جائے) اور مہینہ کے ختم ہونے کا انتظار نہ کریں۔

اللہ تعالےٰ جماعت کے تمام دوستوں اور عہدے داروں کو اپنی مالی ذمہ داری صحیح رنگ میں ادا کرنے کی توفیق بخشے اور جماعت احمدیہ کی ترقی اور اسلام کی سربلندی کے راستہ میں حائل ہونے والی جملہ مشکلات کو اپنے فضل سے جلد از جلد دور فرما دے۔ آمین۔

والسلام

خاکسار ناظر بیت المال قادیان

جلسہ پیشوایانِ مذاہب قادیان کیلئے معززین کے پیغامات

(مرسلہ نظارت دعوت و تبلیغ قادیان)

مورخہ ۹ اپریل ۱۹۶۱ء کو قادیان میں یوم پیشوایان مذاہب کی تقریب پر قادیان میں جلسہ منعقد کیا گیا۔ اس جلسہ میں شمولیت کیلئے بہت سے معززین کو دعوت نامے بھیجے گئے۔ انہیں مدعوین میں حسب ذیل معززین بھی شامل تھے جو اپنی معروفیات کے باعث شریک جلسہ نہ ہو سکے تاہم ان کی طرف سے جو پیغامات آئے ہیں ان کا اردو ترجمہ قارئین کی دلچسپی کے لئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

(۱)

جناب گورنر صاحب پنجاب شری این۔ وی۔ گاڈگل پیشوایان مذاہب کے جلسہ مورخہ ۹ اپریل میں شمولیت کی دعوت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

تمام مذاہب بنیادی طور پر ایک ہیں۔ اگرچہ اظہار کرنے کے طریق جدا جدا ہو سکتے ہیں۔ موجودہ وقت میں باہمی مفاہمت کی بہت زیادہ ضرورت ہے تاکہ دنیا میں اتحاد و اتفاق کا دور دورہ ہو۔

گورنر صاحب نے اس جلسہ کی کامیابی کے لئے اپنی نیک خواہشات کا اظہار فرمایا ہے۔

(۲)

جناب وزیر صاحب سائنٹفک ریسرچ اور ثقافتی امور حکومت ہند دہلی شری ہمایوں کبیر صاحب اپنے پیغام میں تحریر کرتے ہیں کہ

میرے پیارے شری وسیم احمد صاحب۔ مجھے اس بات سے خوشی ہوئی کہ پیشوایانِ مذاہب کا سالانہ جلسہ قادیان میں منعقد ہو رہا ہے۔ دنیا کے تمام مذاہب ایک ہی خدا کو پیش کرتے ہیں اگرچہ مختلف شکلوں میں ہو اور لوگوں کو اندھیرے سے روشنی کی طرف لاتے ہیں۔

مجھے امید ہے کہ یہ کانفرنس مختلف مذاہب کے لوگوں میں بہتر طور پر مفاہمت پیدا کرنے میں کامیاب ہوگی اور زیادہ واضح طور پر اس بات کا احساس کرائے گی کہ انسانیت ایک ہے۔

آپ کا مخلص
دستخط ہمایوں کبیر

(۳)

جناب سردار گیان سنگھ صاحب کاہلوں فنانشل کمشنر پنجاب تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

میرے پیارے مرزا صاحب۔ میں آپ کے خط نمبر ۵۴۲ ٹی مورخہ ۴ اپریل ۱۹۶۱ء کا جس میں آپ نے مجھے پیشوایان مذاہب کے جلسہ میں جو قادیان میں ۹ اپریل کو منعقد ہو رہا ہے۔ اس میں شمولیت کی دعوت دی ہے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میری خواہش تھی کہ میں اس میں ضرور شریک ہوتا لیکن مجھے افسوس ہے کہ مجبوری کی وجہ سے میں شامل نہ ہو سکوں گا

آپ کا مخلص
جی۔ ایس۔ کاہلوں

بخدمت مرزا وسیم احمد صاحب
ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

مندرجہ ذیل احباب کا چندہ اخبار بدر ماہ اپریل ۱۹۶۱ء میں ختم ہے

۱۰۰۳۔ مکرمی محمد عبد اللہ صاحب بی۔ ایس سی حیدر آباد دکن
۱۲۹۶۔ رر عبد الستار خان صاحب شاہ آباد
۱۰۶۱۔ رر منظور احمد صاحب بلاری دیسارے
۱۵۱۲۔ رر ماسٹر شمس الدین صاحب مدانی نگاملہ
۲۰۲۶۔ رر حبیب الرحمٰن صاحب [illegible]
۲۰۲۷۔ رر حاجی آغا محی الدین صاحب جنگی
۲۰۲۸۔ رر محمد شریف صاحب میلاپلایم
۲۰۲۹۔ رر اسرار محمد صاحب بڑا پیٹھ
۲۰۳۰۔ رر سید حبشو احمد صاحب اوڈیشہ
۱۱۹۶۔ مکرم راجہ غلام محمد صاحب بکسا لیمرچ
۱۶۶۷۔ رر شریف احمد صاحب ہوسہ ملان
۲۰۲۳۔ رر انیس الرحمٰن خان صاحب کیرنگ
۲۰۵۱۔ رر یونس خان صاحب کٹک
۱۰۳۶۔ رر ڈاکٹر ایم رفیع اللہ صاحب فیض آباد

قادیان میونسپل کمیٹی کی ایک تقریب

جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل وائس پریذیڈنٹ کو خراج تحسین

شری کندن لال بزاز نئے وائس پریذیڈنٹ کا چناؤ

قادیان مورخہ ۷ اپریل ۱۹۶۱ء آج میونسپل کمیٹی قادیان کے نئے وائس پریذیڈنٹ کا چناؤ ہوا۔ اس موقعہ پر تمام ممبران کمیٹی نے شرکت کی۔ پبلک کے بہت سے لوگ بھی موجود تھے چونکہ سابقہ وائس پریذیڈنٹ مولوی عبدالرحمٰن صاحب امیر جماعت احمدیہ قادیان کی مقررہ یک سالہ میعاد ختم ہو گئی تھی اسلئے نئے وائس پریذیڈنٹ کا چناؤ ہوا۔ کانگرس میونسپل پارٹی نے اپنے طے شدہ پروگرام کے ماتحت شری کندن لال صاحب کو اس دفعہ وائس پریذیڈنٹی کا موقعہ دینے کا فیصلہ کیا تھا چنانچہ شری دیوراج صاحب نے کندن لال صاحب کا نام پیش کیا۔ اور سردار سورن سنگھ صاحب نے تائید کی۔ شری کندن لال صاحب وائس پریذیڈنٹ منتخب ہوئے۔ الیکشن کے بعد جناب سردار گوردیال سنگھ صاحب باجوہ پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی قادیان نے تقریر کی۔ جس میں علاوہ شری کندن لال صاحب کو نئے تقرر پر مبارکباد دینے کے جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل کو خراجِ تحسین ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ پچھلے سال مولوی عبدالرحمٰن صاحب وائس پریذیڈنٹ تھے۔ انہوں نے جس خوش اسلوبی سے میرا ہاتھ بٹایا ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ میں نے ان کی موجودگی میں میونسپل فرائض سے بے فکر ہو کر لمبی رخصت لی ہے ان کی وجہ سے میرا بہت سا بوجھ ہلکا ہو گیا تھا۔ مکرم مولوی صاحب دفتر کے کام ہر قسم کی پڑتال چونگیوں کی چیکنگ اور ہاؤس ٹیکس کے کام میں لمبا تجربہ اور مہارت رکھتے ہیں۔ انہوں نے اس تجربہ کی بنا پر ایسا عمدہ کام کیا ہے جس کی کسی دوسرے ممبر سے امید نہیں کی جا سکتی۔ لہٰذا میں ان کا خاص طور پر شکر گذار ہوں۔ اب وہ اپنے فرائض سے سبکدوش ہو رہے ہیں۔ لیکن مجھے ان کے تعاون کی روح اور عالی ظرفی سے یقین ہے کہ وہ پہلے کی طرح اپنے نافع وجود اور لیاقت اور تجربہ سے ہمیں متمتع کرتے رہیں گے۔ مجھے یہ یقین ہے کہ مولوی صاحب نے پوری دلچسپی اور تندہی سے جو کام کیا ہے وہ وائس پریذیڈنٹی کے عہدہ کی وجہ سے نہیں تھا۔ ان کو جو جماعت احمدیہ مرکزیہ میں اعزاز اور مقام حاصل ہے اس کے مقابل پر وائس پریذیڈنٹی کی کوئی حیثیت نہیں اور نہ وہ اس کی خواہش رکھتے تھے اور نہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے جو کچھ کیا ہے وہ خدمتِ خلق اور خدمتِ ملک کے جذبہ سے کیا ہے۔ اور مجھے کامل امید ہے کہ آئندہ بھی اسی جذبہ کے ماتحت اپنا دستِ تعاون پبلک میرا کے کاموں میں بڑھاتے رہیں گے۔ میں ایک دفعہ پھر ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس تقریر کے بعد اجلاس اختتام پذیر ہوا۔

(نامہ نگار)

پروگرام تبلیغی دورہ صوبہ بہار

از مورخہ ۱۷ اپریل تا ۷ مئی ۱۹۶۱ء

مکرم مولوی بشیر احمد صاحب فاضل مبلغ کلکتہ اور مکرم مولوی عبدالحق صاحب فاضل مبلغ رانچی پر مشتمل وفد تبلیغی دورہ صوبہ اڑیسہ کا ختم کرنے کے بعد مورخہ ۱۷ اپریل سے صوبہ بہار کا دورہ کر رہا ہے مندرجہ ذیل پروگرام کے مطابق جماعتوں کو اپنے ہاں اس تبلیغی دورہ کو زیادہ مفید اور کامیاب بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

نام جماعت	تاریخ رسیدگی وفد	قیام
جمشید پور	۱۷ اپریل رات	دو یوم
موسیٰ بنی مائینز	۱۹ اپریل رر	رر
رانچی	۲۱ اپریل رر	رر
پٹنہ	۲۵ اپریل رر	ایک یوم
مظفر پور	۲۷ اپریل	رر
بھاگلپور	۲۹ اپریل	دو یوم
مونگھیر	یکم مئی	رر
اوڈیشہ	۳ مئی	ایک یوم
ملاپور رنگی۔ بلاری	۴ مئی	رر یوم

درخواست دعا۔ پاکت دمیں اس سال میرا چھوٹا بھائی قاضی مبارک احمد بی۔ اے۔ تھرڈ امتحان میں شامل ہونے والا ہے۔ احباب کرام سے اس کی نمایاں کامیابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

خاکسار قاضی عبدالمحید درویش قادیان۔